

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا

نوٹس برائے جماعت نہم
اسلامیات (لازمی)
مکمل سلیبس 2025-26
مشقی سوالات

نام: _____
جماعت: _____
رول نمبر: _____

فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	باب اول: مقرر آن مجید و حدیث نبوی ﷺ	4
	(الف) قرآن مجید کی تدوین اور اس کی حفاظت	4
	(ب) حفاظت و تدوین حدیث (دور اول)	5
	(ج) احادیث نبویہ (ﷺ)	7
2	باب دوم: ایمانیات و عبادات	9
	(الف) ایمانیات: 1- عقیدہ توحید	9
	2- عقیدہ رسالت	11
	3- ملائکہ (فرشتے)	13
	4- کتب سماویہ (آسمانی کتب)	15
	5- عقیدہ آخرت	17
	(ب) عبادات: 1- نماز	18
	2- روزہ	20
	3- زکوٰۃ	22
	4- حج اور قربانی	24
3	باب سوم: سیرت نبوی ﷺ	27
	(الف) عہد نبوی ﷺ ماہ و سال (مدنی دور)	27
	1- فتح مکہ	27
	2- غزوہ حنین	28
	3- عام الوفود (9 ہجری)	30
	4- غزوہ تبوک	32
	5- حجۃ الوداع	34
	6- وصال نبوی ﷺ	36
	(ب) اسوۂ رسول ﷺ اور ہماری زندگی	38
	1- حضرت محمد ﷺ کا بچپن اور جوانی	38
	2- حضرت محمد ﷺ کا ذوق عبادت	40
	3- حضرت محمد ﷺ کی سخاوت و ایثار	42
	4- صلہ رحمی	43
	5- خواتین کے ساتھ حسن سلوک	46
	6- انداز تربیت	48
4	باب چہارم: اخلاق و آداب	50
	1- شکر و قناعت	51
	2- امانت و دیانت	52

53	3- اخلاص و تقویٰ	
54	4- پردہ پوشی	
55	بری عادات سے اجتناب	
56	1- تکبر	
57	2- حسد	
58	3- جھوٹ	
59	4- غیبت اور بہتان	
60	5- جاؤ، فال اور توہم پرستی	
62	باب پنجم: حسن معاملات و معاشرت	5
62	1- قسم کے احکام و مسائل	
64	2- گواہی کے احکام و مسائل	
67	3- حقوق العباد (ہمسایوں کے حقوق)	
69	4- سود کی حرمت	
71	5- اسلامی ریاست	
74	6- جہاد فی سبیل اللہ	
76	باب ششم: ہدایت کے سرچشمے اور مشاہیر اسلام	6
	اہل بیت اطہار رضی اللہ تعالیٰ عنہم	
76	1- حضرت امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ	
78	2- حضرت امام زید بن علی رحمۃ اللہ علیہ	
	صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم	
80	1- حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ	
82	2- حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ	
84	3- حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	
85	4- حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ	
87	5- حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	
89	6- حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ	
91	صحابیات رضی اللہ تعالیٰ عنہن	
97	صوفیہ کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم	
103	علماء و مفکرین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم	
109	باب ہفتم: اسلامی تعلیمات اور عصر حاضر کے تقاضے	7
109	1- خود اعتمادی و خود انحصاری	
110	2- جسمانی و ذہنی صحت اور جسمانی ریاضت	
110	3- اسلام میں مستقبل کی منصوبہ بندی کی اہمیت	
112	4- اسلامی تہذیب کے امتیازات	

باب اول:

قرآن مجید و حدیث نبوی ﷺ

(الف) تعارف قرآن مجید

قرآن مجید کی تدوین اور اس کی حفاظت

مختصر سوالات کے جوابات دیں۔

1۔ قرآن مجید کا مختصر تعارف قلم بند کریں۔

جواب: لفظ قرآن "قراءة" سے ہے جس کے معنی پڑھنے کے ہیں، چونکہ قرآن مجید ایک ایسی واحد کتاب ہے جو دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جاتی ہے، اس لیے اسے قرآن کہا جاتا ہے۔ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے، جو اس نے اپنے آخری نبی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل فرمائی۔

2۔ قرآن مجید ایک عالمگیر کتاب ہے۔ وضاحت کریں۔

جواب: قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی آخری اور عالمگیر کتاب ہے، جس طرح نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں اور آپ کی رسالت تمام جہانوں کے لیے ہے اسی طرح آپ ﷺ پر نازل ہونے والی کتاب بھی تمام بنی نوع انسان کے لیے رشد و ہدایت کا سرچشمہ ہے۔

3۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سب مسلمانوں کو ایک قراءت پر کس طرح متحد کیا؟

جواب: حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں جب مختلف قراءتوں اور لہجوں میں قرآن مجید کی تلاوت پر اختلاف پیدا ہوا تو انہوں نے ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نسخے کی مختلف نقلیں تیار کر کے مختلف صوبوں کو بھجوا دیں اور سب مسلمانوں کو ایک قراءت پر متحد کر دیا۔ اسی کارنامے کی وجہ سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جامع القرآن کہا جاتا ہے۔

(حصہ معروضی)

1۔ کثرت سے پڑھی جانے والی کتاب

2۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

3۔ جنگ یمامہ میں

4۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

5۔ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

تفصیلی سوال کا جواب دیں۔

جمع و تدوین قرآن مجید کی تفصیل بیان کریں۔

1۔ تعارف:

لفظ قرآن "قراءة" سے ہے جس کا معنی پڑھنے کے ہیں، چوں کہ قرآن مجید ایسی واحد کتاب ہے جو دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جاتی ہے، اس لیے اسے قرآن کہا جاتا ہے۔ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے، جو اس نے اپنے آخری نبی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل فرمائی۔

2۔ عہد رسالت میں جمع و تدوین:

نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ ہی میں اکثر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو قرآن مجید زبانی یاد تھا۔ نبی کریم ﷺ قرآن مجید کے نزول کے فوراً بعد قرآنی آیات کو لکھوانے کا خصوصی اہتمام فرماتے تھے۔ نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ ہی میں مکمل قرآن مجید لکھا جا چکا تھا۔ عہد رسالت ہی میں قرآن مجید عموماً پتھر کی سلوں، چمڑے، کھجور کی چھال اور اونٹ کے شانے کی ایسی ہڈیوں پر لکھا جاتا تھا جو خاص اسی مقصد کے لیے تیار کی جاتی تھیں۔ یوں قرآن مجید عہد نبوی ہی میں مکمل حفظ ہونے کے ساتھ ساتھ مختلف جگہوں پر لکھا ہوا موجود تھا۔

3- عہد صدیقی میں جمع و تدوین:

قرآن مجید کو سرکاری سرپرستی میں جمع کرنے کی ضرورت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں اس وقت محسوس ہوئی جب جنگ یمامہ میں قرآن مجید کے سینکڑوں حفاظ کرام شہید ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ کی مدد سے مسلمانوں کو اس جنگ میں فتح نصیب ہوئی، تاہم اس وقت یہ محسوس کیا گیا کہ اگر مستقبل میں اسی طرح حفاظ کرام شہید ہوتے رہے تو کہیں قرآن مجید کا کوئی حصہ ضائع نہ ہو جائے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشورے سے قرآن مجید کی جمع و تدوین کا آغاز کیا۔

4- کمیٹی کا قیام:

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مشورے سے مشہور قاری قرآن حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس عظیم کام کی تکمیل کے لیے منتخب کیا۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ عہد رسالت میں وحی کی کتابت کا فریضہ انجام دیا کرتے تھے۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سربراہی میں قائم کمیٹی نے مسلسل اور انتہائی محنت سے قرآن مجید کو ایک مصحف کی صورت میں جمع کیا۔ قرآن مجید کا یہ نسخہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس موجود رہا جو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو منتقل ہوا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تحویل (قبضے) میں آگیا۔

5- عہد عثمانی میں جمع و تدوین:

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں جب مختلف قراءتوں اور لہجوں میں قرآن مجید کی تلاوت پر اختلاف پیدا ہوا تو انہوں نے ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نسخے کی مختلف نقلیں تیار کر کے مختلف صوبوں کو بھجوا دیں اور سب مسلمانوں کو ایک قراءت پر متحد کر دیا۔ اسی کارنامے کی وجہ سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جامع القرآن کہا جاتا ہے۔

(ب) حفاظت و تدوین حدیث: دورِ اوّل

عہد نبوی ﷺ، عہد صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

مختصر سوالات کے جوابات دیں۔

1- حدیث کے معنی و مفہوم بیان کریں۔

جواب: حدیث کا لغوی معنی "بات کرنا اور گفتگو کرنا" کے ہیں۔ اصطلاح میں "حضور ﷺ کے اقوال، افعال اور تقریر کو حدیث کہتے ہیں"۔

2- دور نبوی میں حفاظت حدیث کے دو ذرائع لکھیں۔

جواب: دور رسالت میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے پاس احادیث مبارکہ کو محفوظ کرنے کے تین بڑے ذرائع تھے۔ جن میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا احادیث مبارکہ کو حفظ کرنا، لکھ لینا اور اس کے مطابق عمل کرنا شامل ہے۔

3- صحاح ستہ میں سے دو کتابوں کے نام لکھیں۔

2- صحیح مسلم

1- صحیح بخاری

جواب:

(حصہ معروضی)

1- حدیث فعلی 2- تدوین حدیث 3- یمن کا 4- چھ کتابیں 5- احادیث کی جمع و تدوین کا

تفصیلی سوال کا جواب دیں۔

جمع و تدوین حدیث پر تفصیل سے روشنی ڈالیں۔

1۔ حدیث کا معنی و مفہوم:

حدیث کا لغوی "معنی بات اور گفتگو" کے ہیں۔ اصطلاح میں "حضور ﷺ کے اقوال، افعال اور تقریر کو حدیث کہتے ہیں۔"

2۔ تدوین حدیث سے مراد:

تدوین حدیث سے مراد "احادیث مبارکہ کو جمع کرنا اور انہیں کتابی شکل دینا" ہے۔

3۔ تدوین حدیث کا آغاز:

نبی کریم ﷺ کی احادیث مبارکہ کی جمع و تدوین کا آغاز عہد رسالت ہی میں ہو گیا تھا۔ حدیث کی جمع و تدوین میں خود نبی کریم ﷺ کی سرپرستی اور رضامندی شامل رہی ہے۔ نبی کریم ﷺ خود اس بات کو پسند فرماتے تھے کہ آپ کی بات کو سنا جائے، ذہن نشین کیا جائے اور محفوظ کر لیا جائے، اس وجہ سے آپ ﷺ ٹھہر ٹھہر کر گفتگو فرماتے تاکہ سامنے والا اسے اچھی طرح سمجھ لے اور یاد کر لے۔

4۔ تدوین حدیث کے ذرائع:

دور رسالت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے احادیث مبارکہ کو تین بڑے ذرائع سے محفوظ کیا جن میں انہوں نے احادیث مبارکہ کو حفظ کیا، لکھ لیا اور اس کے مطابق عمل کر کے احادیث کو محفوظ کیا۔

5۔ کتابت حدیث کی شہادتیں:

نبی کریم ﷺ نے حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن کا والی بنا کر بھیجا تو انہیں صدقہ اور وراثت کے متعلق احکام لکھوا کر دیے۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ نے مختلف علاقوں سے زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے جن لوگوں کو روانہ فرمایا تھا ان کی راہنمائی کے لیے زکوٰۃ کے تفصیلی احکام لکھوا کر دیے تھے۔

6۔ عہد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ذاتی نسخے :

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس احادیث نبویہ کے ذاتی نسخے بھی موجود تھے۔ صحیفہ صادقہ دور رسالت کا مجموعہ احادیث تھا، جو حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مرتب کردہ تھا۔ اس کے علاوہ حضرت ابو ہریرہ، حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کے پاس بھی احادیث مبارکہ کے تحریری نسخے موجود تھے۔

7۔ تابعین کی ذاتی کوششیں:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد تابعین رضی اللہ عنہم کے دور میں احادیث مبارکہ کی جمع و تدوین نے ایک منظم تحریک کی شکل اختیار کر لی۔ تابعین رضی اللہ عنہم نے اس دور میں کئی کتب احادیث مرتب کیں جو بعد کے ادوار میں باقاعدہ ماخذ اور مصادر کی حیثیت رکھتی ہیں۔ احادیث نبویہ کی جمع و تدوین کے حوالے سے یہ تمام کوششیں ذاتی نوعیت کی تھیں۔

8۔ سرکاری سطح پر جمع و تدوین:

سرکاری سطح پر جمع و تدوین کا سلسلہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں شروع ہوا۔

9۔ صحاح ستہ سے مراد:

صحاح ستہ ان چھ مشہور اور معتبر کتب احادیث کو کہا جاتا ہے جن میں نبی کریم ﷺ کے فرمان، کام اور عادتیں لکھی گئی ہیں۔ وہ چھ ہیں:

- 1- صحیح بخاری (امام محمد بن اسماعیل البخاری)
2- صحیح مسلم (امام مسلم بن حجاج)
3- جامع ترمذی (امام محمد بن عیسیٰ الترمذی)
4- سنن ابی داؤد (امام ابو داؤد)
5- سنن نسائی (امام احمد بن شعیب النسائی)
6- سنن ابن ماجہ (امام محمد بن یزید ابن ماجہ)
10- سنت نبوی کا عملی اجراء:

حدیث نبوی کی جمع و تدوین کے ذرائع میں حفظ اور کتابت کے بعد تیسرا ذریعہ امت میں سنت نبویہ کا عملی طور پر جاری رہنا ہے جس کا حکم قرآن مجید میں موجود ہے۔ پوری امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قرآن مجید کے بعد احادیث مبارکہ ہی ہدایت اور راہنمائی کا ذریعہ ہیں۔

(ج) احادیث نبویہ ﷺ

منتخب احادیث مبارکہ

1- أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِينَ إِيمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا، وَخَيْرُكُمْ خَيْرُهُمْ لِنِسَائِهِمْ

ترجمہ: مومنوں میں سے کامل ترین ایمان والا وہ ہے جو اپنے اخلاق میں بہترین ہے، اور ان میں سب سے بہتر وہ ہیں جو اپنی بیویوں کے لیے بہتر ہیں۔

2- مَنْ لَمْ يَزَحْمْ صَغِيرًا، وَيَعْرِفْ حَقَّ كَبِيرًا، فَلَيْسَ مِنَّا

ترجمہ: جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا، اور ہمارے بڑوں کا حق نہیں پہچانتا وہ ہم میں سے نہیں۔

3- أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا اللَّهَ وَأَجْمِلُوا فِي الطَّلَبِ، فَإِنَّ نَفْسًا لَنْ تَمُوتَ حَتَّى تَسْتَوْفِيَ رِزْقَهَا، وَإِنْ أَبْطَأَ عَنْهَا، فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَجْمِلُوا فِي الطَّلَبِ خُذُوا مَا حَلَّ وَدَعُوا مَا حُرِّمَ

ترجمہ: اے لوگو! اللہ سے ڈرو اور اچھے طریقے سے (اعتدال کے ساتھ) روزی طلب کرو، کیونکہ کوئی انسان اپنا رزق پورا کیے بغیر نہیں مرے گا اگرچہ اس (رزق کے حصول) میں دیر ہو جائے، چنانچہ اللہ سے ڈرو اور اچھے طریقے سے روزی طلب کرو۔ جو حلال ہے، وہ لے لو اور جو حرام ہے، وہ چھوڑ دو۔

4- مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُبَسِّطَ لَهُ فِي رِزْقِهِ، وَيُنْسَأَ لَهُ فِي أَثَرِهِ، فَلْيَصِلْ رَحْمَهُ

ترجمہ: جو چاہتا ہے کہ اس کے رزق میں وسعت کی جائے اور اس کی عمر لمبی ہو تو وہ صلہ رحمی (اپنے رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک) کرے۔

5- عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فِي الْكَبَائِرِ، قَالَ: "الْبُذْرُكَ بِاللَّهِ، وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ، وَقَتْلُ النَّفْسِ، وَقَوْلُ الزُّوْرِ

ترجمہ: رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے کبیرہ گناہوں کے بارے میں فرمایا: اللہ کے ساتھ شرک کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا، قتل کرنا اور جھوٹ بولنا۔

6- إِنَّ إِخْوَانَكُمْ حَوْلَكُمْ، جَعَلَهُمُ اللَّهُ تَحْتَ أَيْدِيكُمْ، فَمَنْ كَانَ أَخُوهُ تَحْتَ يَدِهِ فَلْيُطْعِمْهُ مِمَّا يَأْكُلُ وَلْيَلْبِسْهُ مِمَّا يَلْبَسُ، وَلَا تُكَلِّفُوهُمْ مَا يَغْلِبُهُمْ، فَإِنْ كَلَّفْتُمُوهُمْ مَا يَغْلِبُهُمْ فَأَعْيَنُوهُمْ

ترجمہ: تمہارے غلام تمہارے بھائی ہیں، انہیں اللہ تعالیٰ نے تمہارے ماتحت رکھا ہے، چنانچہ جس شخص کا بھائی اس کے ماتحت ہو، اسے چاہیے کہ اسے وہی کھلائے جو خود کھاتا ہے اور اسے وہی لباس پہنائے جو وہ خود پہنتا ہے اور ان سے وہ کام نہ لو جو ان کی طاقت سے زیادہ ہو اور اگر ایسے کام کی انہیں زحمت دو تو خود بھی ان کا ہاتھ بٹاؤ۔

7- مَنْ أَفْتَى بِغَيْرِ عِلْمٍ كَانَ إِثْمُهُ عَلَى مَنْ أَفْتَاهُ. وَمَنْ أَشَارَ عَلَى أَخِيهِ بِأَمْرٍ يَعْلَمُ أَنَّ الرُّشْدَ فِي غَيْرِهِ فَقَدْ خَانَهُ

ترجمہ: جس شخص کو کسی نے علم کے بغیر فتویٰ دیا تو عمل کرنے والے کا گناہ فتویٰ دینے والے پر ہو گا اور جس نے اپنے بھائی کو کوئی ایسا مشورہ دیا جبکہ اسے علم تھا کہ بھلائی اس کے علاوہ ہے تو اس نے اس سے خیانت کی۔

8- الْحَيَاءُ لَا يَأْتِي إِلَّا بِخَيْرٍ

ترجمہ: حیا سے ہمیشہ بھلائی پیدا ہوتی ہے۔

9- اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ عِلْمًا نَافِعًا، وَرِزْقًا طَيِّبًا، وَعَمَلًا مُتَقَبَّلًا

ترجمہ: اے اللہ بے شک میں تجھ سے فائدہ دینے والا علم، حلال روزی اور قبولیت والا عمل مانگتا ہوں۔

10- كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُهُ وَمَالُهُ وَعِزُّهُ

ترجمہ: ہر مسلمان پر (دوسرے) مسلمان کا خون، مال اور عزت حرام ہے۔

11- بَقِيَّةُ رِجْزٍ، أَوْ عَذَابٍ أُرْسِلَ عَلَى طَائِفَةٍ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ، فَإِذَا وَقَعَ بِأَرْضٍ وَأَنْتُمْ بِهَا فَلَا تَخْرُجُوا مِنْهَا، وَإِذَا وَقَعَ بِأَرْضٍ

وَلَسْتُمْ بِهَا فَلَا تَهْبِطُوا عَلَيْهَا

ترجمہ: نبی اکرم ﷺ نے طاعون کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: یہ اس عذاب کا بچا ہوا حصہ ہے، جو بنی اسرائیل کے ایک گروہ پر بھیجا گیا تھا جب کسی زمین (ملک یا شہر) میں طاعون ہو جہاں پر تم رہ رہے ہو تو وہاں سے نہ نکلو اور جب وہ کسی ایسی زمین میں پھیلا ہو جہاں تم نہ رہتے ہو تو وہاں نہ جاؤ۔

12- فَيَرْضَى لَكُمْ أَنْ تَعْبُدُوهُ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَأَنْ تَعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا وَيُكَفِّرْ لَكُمْ قِيلَ وَقَالَ وَكَثْرَةَ

السُّؤَالِ وَإِضَاعَةَ الْمَالِ

ترجمہ: وہ (اللہ) تمہارے لیے پسند کرتا ہے کہ تم اس کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، اور سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور فرقوں میں نہ بٹو۔ اور وہ تمہارے لیے قیل و قال (فضول باتوں)، کثرت سوال اور مال ضائع کرنے کو ناپسند کرتا ہے۔

13- مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَغْرِسُ غَرْسًا أَوْ يَزْرَعُ زَرْعًا فَيَأْكُلُ مِنْهُ طَيْرٌ أَوْ إِنْسَانٌ أَوْ بَيْهيمَةٌ إِلَّا كَانَ لَهُ بِهِ صَدَقَةٌ

ترجمہ: کوئی بھی مسلمان جو ایک درخت کا پودا لگائے یا کھیتی میں بیج بوائے، پھر اس میں سے پرندہ یا انسان یا جانور جو بھی کھاتے ہیں وہ اس کی طرف سے صدقہ ہے۔

14- مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يُوْذِ جَارُهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ

وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ

ترجمہ: جو کوئی اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ پہنچائے۔ اور جو کوئی اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ

اپنے مہمان کی عزت کرے۔ اور جو کوئی اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اچھی بات زبان سے نکالے ورنہ خاموش رہے۔

15- الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ، لَا يَظْلِمُهُ، وَلَا يَخْذُلُهُ، وَلَا يَحْقِرُهُ

ترجمہ: مسلمان (دوسرے) مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر ظلم کرتا ہے، نہ اسے بے یار و مددگار چھوڑتا ہے اور نہ اس کی تحقیر (توہین) کرتا

ہے۔

16- اللَّهُمَّ إِنِّي أُحَرِّجُ حَقَّ الضَّعِيفَيْنِ الْيَتِيمِ وَالْمَرْأَةِ

ترجمہ: اے اللہ! میں (لوگوں کو) دو کمزوروں یتیم اور عورت، کی حق تلفی کرنا (تاکید کے ساتھ) حرام ٹھہراتا ہوں۔

17- مَا أَمَرَ نَفْسُكُمْ بِهِ فَخُذُوا، وَمَا نَهَيْتُكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا

ترجمہ: جس کام کا میں تمہیں حکم دوں، اس پر عمل کرو اور جس سے منع کروں، اس سے باز رہو۔

18- إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ

ترجمہ: بدگمانی سے دور رہو کیونکہ بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے۔

19- لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الرَّاشِي وَالْمُرْتَشِي

ترجمہ: رشوت دینے اور رشوت لینے والے پر اللہ کی لعنت ہے۔

20- إِنَّ اللَّهَ يَرَفَعُ بِهَذَا الْكِتَابِ أَقْوَامًا، وَيَضَعُ بِهِ الْآخَرِينَ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اس کتاب (قرآن مجید) کے ذریعے سے بہت سے لوگوں کو اونچا کرتا ہے اور بہتوں (بہت سے لوگوں کو) کو اس کے ذریعے

سے نیچے گراتا ہے۔

باب دوم:

ایمانیات و عبادات

(الف) ایمانیات

1- عقیدہ توحید

مختصر سوالات کے جوابات دیں۔

1- شرک کا مفہوم بیان کریں۔

جواب: شرک کا لفظی معنی "حصہ دار اور ساجھی ٹھہرانا" ہے۔ شریعت کی اصطلاح میں "اللہ تعالیٰ کی ربوبیت، الوہیت اور اسماء و صفات میں کسی

کو اس کا شریک اور حصہ دار بنانا" شرک کہلاتا ہے۔

2- شرک کی کوئی سی دو اقسام بیان کریں۔

جواب: شرک کی دو اقسام درج ذیل ہیں:

1- الوہیت میں شرک:

اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ کسی اور کو عبادت کے لائق سمجھنا یا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو عبادت میں شریک کرنا الوہیت میں شرک کرنا

کہلاتا ہے۔

2- صفات میں شرک:

اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کی ذات اور شخصیت میں اللہ تعالیٰ جیسی صفات ماننا اور اعتقاد رکھنا صفات میں شرک کہلاتا ہے۔

3- عقیدہ توحید کے کوئی سے دو اثرات لکھیں۔

جواب: 1- عقیدہ توحید کو ماننے والا شخص غیرت مند اور بہادر ہوتا ہے، کیونکہ اسے یقین ہوتا ہے کہ تمام قوتوں کا مالک اللہ تعالیٰ ہے، وہ صرف

اور صرف اسی کے سامنے جھکتا ہے اور صرف اسی سے ڈرتا ہے۔

2- عقیدہ توحید پر ایمان رکھنے والا انسان پر امید ہوتا ہے اور وہ پرسکون اور اطمینان بخش زندگی گزارتا ہے۔

(حصہ معروضی)

1- ایک ماننا 2- توحید ربوبیت 3- الاخلاص 4- حصہ دار بنانا 5- ذات میں شرک کی

تفصیلی سوال کا جواب دیں۔

عقیدہ توحید پر جامع نوٹ تحریر کریں۔

1- توحید کا معنی و مفہوم:

توحید کے لغوی معنی "ایک ماننا اور یکتا جاننا" کے ہیں۔ شریعت کی اصطلاح میں "اللہ تعالیٰ کو اس کی ذات و صفات اور جملہ اوصاف و کمالات میں یکتا اور بے مثل ماننا اور اس کے تقاضوں کے مطابق عمل کرنا" توحید کہلاتا ہے۔

2- عقیدہ توحید قرآن کی روشنی میں:

قرآن مجید میں عقیدہ توحید پر بہت زور دیا گیا ہے۔ قرآن مجید کی ایک سورت کا نام الاخلاص اور التوحید ہے، جس میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو بیان کیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: اے نبی ﷺ آپ فرمادیجئے وہ اللہ ایک ہی ہے۔ اللہ بے نیاز ہے۔ نہ وہ کسی کا باپ ہے۔ اور نہ وہ کسی کا بیٹا ہے۔ اور نہ کوئی اس کے برابر ہے۔

3- عقیدہ توحید حدیث کی روشنی میں:

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جو کوئی شہادت (گواہی) دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اس کے رسول ہیں تو اللہ تعالیٰ نے اس شخص پر دوزخ حرام کر دی۔

4- عقیدہ توحید کی اقسام:

1- توحید ربوبیت:

توحید ربوبیت یہ ہے کہ انسان اس بات پر ایمان لائے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا خالق و مالک اور رازق ہے۔ اس میں کوئی اور اس کا شریک نہیں ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: "اللہ ہی ہے جس نے تمہیں پیدا فرمایا پھر اس نے تمہیں رزق عطا فرمایا پھر وہ تمہیں موت دیتا ہے پھر وہی تمہیں زندہ فرمائے گا، کیا تمہارے شریکوں میں بھی کوئی ایسا ہے؟ جو ان میں سے کوئی بھی کام کر سکتا ہو، وہ اللہ پاک ہے اور بہت بلند ہے اس سے جو وہ شریک ٹھہراتے ہیں۔"

2- توحید الوہیت:

توحید الوہیت سے مراد یہ ہے کہ اس بات پر ایمان لایا جائے کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی معبود برحق ہے اور اس کی عبادت میں کوئی اس کا شریک نہیں یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی عبادت کرنا قطعاً جائز نہیں اور پھر پوری زندگی اس کے احکام کے تحت گزارنا توحید الوہیت ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

ترجمہ: "تو جو شخص اپنے رب سے ملاقات کی امید رکھتا ہو تو اسے چاہیے کہ نیک عمل کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔"

3- توحید اسماء و صفات:

اللہ تعالیٰ کو اس کے اسماء اور صفات میں یکتا اور تنہا ماننا توحید اسماء و صفات ہے یعنی اعتقاد رکھنا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے اعتبار سے واحد اکیلا اور یکتا ہے اسی طرح وہ اپنے اسماء و صفات اور افعال میں بھی واحد اور یکتا ہے۔

5۔ عقیدہ توحید کے اثرات:

- ❖ عقیدہ توحید کو ماننے والا شخص غیرت مند اور بہادر ہوتا ہے کیونکہ اسے یقین ہوتا ہے کہ تمام قوتوں کا مالک اللہ تعالیٰ ہے وہ صرف اور صرف اسی کے سامنے جھکتا ہے اور صرف اسی سے ڈرتا ہے۔
- ❖ عقیدہ توحید پر ایمان رکھنے سے انسان میں عجز و انکسار پیدا ہوتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ اس کے پاس جو کچھ ہے وہ اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ ہے لہذا بندے کے لیے تکبر و غرور کی کوئی گنجائش نہیں۔
- ❖ عقیدہ توحید پر ایمان رکھنے والا شخص تنگ نظر نہیں ہوتا اس کا اس بات پر ایمان ہوتا ہے کہ تمام کائنات کا خالق اور سب کو پالنے والا اللہ تعالیٰ ہے اسی وجہ سے وہ ساری مخلوق کی بھلائی اور بہتری چاہتا ہے۔
- ❖ عقیدہ توحید انسان میں صبر و قناعت بلند ہمتی اور توکل جیسی صفات پیدا کرتا ہے جس کی وجہ سے انسان مشکل سے مشکل کام اور بڑی سے بڑی تکلیف سے پریشان نہیں ہوتا عقیدہ توحید انسانوں کے درمیان مساوات اور برابری پیدا کرتا ہے اور ذات پات اور دیگر معاشرتی تقسیم سے آزاد کر دیتا ہے۔
- ❖ عقیدہ توحید پر ایمان رکھنے والا انسان پر امن ہوتا ہے پر امید ہوتا ہے اور وہ پرسکون اور اطمینان بخش زندگی گزارتا ہے۔

2۔ عقیدہ رسالت

مختصر سوالات کے جوابات دیں۔

1۔ ختم نبوت کے بارے میں قرآن مجید کی ایک آیت کا ترجمہ لکھیں۔

جواب: اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حضرت محمد ﷺ کے آخری نبی ہونے کا اعلان فرمایا ہے:

ترجمہ: "نہیں ہیں محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ لیکن وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔"

2۔ نبی کریم ﷺ کی رسالت کی کوئی سی دو خصوصیات تحریر کریں۔

آپ ﷺ کی دو اہم ترین خصوصیات درج ذیل ہیں:

1۔ نبی کریم ﷺ سے پہلے آنے والے تمام انبیاء کرام علیہم السلام کسی خاص قوم یا قبیلے کی طرف مبعوث کیے گئے، لیکن آپ ﷺ کا امتیاز یہ

ہے کہ آپ کو قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کے لیے نبی بنا کر بھیجا گیا ہے۔

2۔ آپ ﷺ کو یہ امتیاز اور خصوصیت عطا کی گئی کہ آپ ﷺ کی بعثت سے تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی شریعتیں منسوخ ہو گئیں۔ اب

صرف شریعت محمدی واجب الطاعت ہے۔

3۔ انبیاء کرام علیہم السلام کی کوئی سی دو خصوصیات تحریر کریں۔

جواب: اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کو بہت سی خصوصیات عطا فرمائیں جن میں سے دو درج ذیل ہیں:

1۔ انبیاء کرام علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی کی صورت میں علم و حکمت سے نوازا جاتا ہے اور عام انسانوں میں ان کی کوئی مثال

نہیں ملتی۔

2۔ انبیاء کرام علیہم السلام معصوم ہوتے ہیں اور ان سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوتا۔

(حصہ معروضی)

4- حضرت محمد ﷺ

3- حضرت محمد ﷺ

2- چالیس

1- پیغام پہنچانا

5- ختم نبوت

تفصیلی سوال کا جواب دیں۔

عقیدہ رسالت کی وضاحت کرتے ہوئے ختم نبوت پر جامع نوٹ تحریر کریں۔

1- رسالت کا معنی و مفہوم:

رسالت کے لغوی معنی "پیغام رسانی یا پیغام پہنچانا" کے ہیں۔ شریعت کی اصطلاح میں اللہ تعالیٰ کا کسی برگزیدہ اور منتخب کیے ہوئے بندے کو انسانوں تک اپنا پیغام پہنچانے کے لیے بھیجنا رسالت کہلاتا ہے۔

2- رسالت کی ضرورت و اہمیت:

اسلام کے عقائد میں توحید کے بعد عقیدہ رسالت کا درجہ ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام، اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے درمیان سفیر ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ابتدا ہی سے انسانوں کی ہدایت اور رہنمائی کا انتظام فرمایا۔ یہ ہدایت اور رہنمائی اللہ تعالیٰ کے انبیاء کرام علیہم السلام کے ذریعے سے مہیا کی گئی۔

3- انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت کا مقصد:

اللہ تعالیٰ نے جتنی اقوام پیدا فرمائیں، ان سب کے لیے نبی اور رسول مبعوث فرمائے، تاکہ وہ ان اقوام تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت کا پیغام پہنچا سکیں اور ان کی رہنمائی کر سکیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: بے شک ہم نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا رسول بنا کر اور کوئی امت ایسی نہیں ہوئی جس میں کوئی ڈرانے والا نہ گزرا ہو۔

4- ختم نبوت کا معنی و مفہوم:

ختم کا معنی "مہر لگانا یا بند کرنا" کے ہیں۔ اصطلاح میں ختم نبوت سے مراد یہ عقیدہ رکھنا کہ حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی اور رسول ہیں۔

5- عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت:

قرآن کریم کی حفاظت اس لیے بھی ضروری تھی کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ پر نبوت اور رسالت کے اس سلسلے کو ختم فرمادیا۔ اب قیامت تک کوئی اور نبی یا رسول نہیں آئے گا، لہذا اب قیامت تک قرآن کریم اور سنت نبوی کی پیروی کرنا ہی لازم اور ضروری ہے۔

6- عقیدہ ختم نبوت قرآن کی روشنی میں:

1- اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حضرت محمد ﷺ کے آخری نبی ہونے کا اعلان فرمایا ہے:

ترجمہ: نہیں ہیں حضرت محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ لیکن وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ﷺ ہیں۔

2- ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام بطور دین پسند کر لیا۔

7- عقیدہ ختم نبوت حدیث کی روشنی میں:

۱- نبی کریم ﷺ نے متعدد احادیث مبارکہ میں اپنے خاتم النبیین ہونے کا اعلان فرمایا اور امت کو یہ بتایا کہ اب میرے بعد کوئی اور نبی نہیں آئے گا۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

ترجمہ: "میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔"

۲- نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

ترجمہ: "پس میں آخری نبی ہوں اور تم آخری امت ہو۔"

8- اجماع امت:

آیات و احادیث کی روشنی میں ہی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور ان کے بعد امت مسلمہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ اب قیامت تک حضور اکرم ﷺ کے بعد کوئی نبی رسول نہیں آسکتا۔ نبی کریم ﷺ کے بعد جو شخص نبوت کا دعویٰ کرتا ہے وہ جھوٹا اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

8- منکرین ختم نبوت کے خلاف جہاد:

ختم نبوت پر ایمان لائے بغیر کوئی شخص مسلمان نہیں ہو سکتا اس لیے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں جن لوگوں نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا ان کو "کذاب" قرار دیا گیا اور ان کے خلاف جہاد کیا گیا۔

3- ملائکہ (فرشتے)

مختصر سوالات کے جوابات دیں۔

1- ملائکہ کا تعارف بیان کریں۔

جواب: ملائکہ جمع ہے ملک کی، جس کا معنی ہے "فرشتہ"۔ فرشتے اللہ تعالیٰ کی نوری مخلوق ہیں۔ فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم کے پابند ہیں اور بشری صفات جیسے کھانا، پینا، سونا، جاگنا اور ہر طرح کی غلطی اور خطا وغیرہ سے پاک ہیں۔

2- حدیث جبرائیل کی روشنی میں تعلیم و تعلم کے کوئی سے دو آداب لکھیں۔

جواب: حدیث جبرائیل سے تعلیم و تعلم کے دو آداب درج ذیل ہیں:

۱- استاد کی خدمت میں صاف ستھر الباس پہن کر حاضر ہونا۔

۲- استاد کے سامنے ادب سے بیٹھنا۔

3- فرشتوں کی دو ذمے داریاں لکھیں۔

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو مختلف ذمے داریاں سونپ رکھی ہیں۔ مشہور فرشتوں میں "کراما کا تبین" ہیں جو انسان کے ساتھ ہر وقت موجود رہتے ہیں اور انسان کے نامہ اعمال لکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کرتے ہیں۔ جو فرشتے قبر میں سوال کریں گے ان کو "منکر نکیر" کہا جاتا ہے۔

(حصہ معروضی)

3- نُور سے

2- انسانی اعمال لکھنا

1- عبادت و اطاعت الہی

5- صُور پھونکنا

4- قبر میں

تفصیلی سوال کا جواب دیں۔

ملائکہ پر ایمان کے حوالے سے ایک جامع نوٹ تحریر کریں۔

1۔ ملائکہ کا معنی و مفہوم:

ملائکہ جمع ہے ملک کی، جس کا معنی ہے فرشتہ۔ فرشتے اللہ تعالیٰ کی نوری مخلوق ہیں۔ فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم کے پابند ہیں اور بشری صفات جیسے کھانا، پینا، سونا، جاگنا اور ہر طرح کی غلطی اور خطا وغیرہ سے پاک ہیں۔

2۔ ملائکہ پر ایمان:

فرشتوں کی تخلیق نور سے کی گئی ہے جس طرح جنات کی تخلیق آگ سے اور انسان کی تخلیق مٹی سے کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے پیدا فرمایا۔ فرشتوں پر ایمان لانا اسلام کی بنیادی عقائد میں سے ہے۔

3۔ فرشتوں کی صفات:

فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم کے پابند ہیں اور بشری صفات جسے کھانا، پینا، سونا، جاگنا اور ہر طرح کی غلطی اور خطا وغیرہ سے پاک ہیں۔ فرشتے مختلف شکلیں اختیار کر سکتے ہیں۔

4۔ فرشتوں کی ذمہ داریاں:

1۔ اعمال نامہ لکھنے کی ذمہ داری:

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو مختلف ذمہ داریاں سونپ رکھی ہیں۔ مشہور فرشتوں میں "کراماتین" جو انسان کے ساتھ ہر وقت موجود رہتے ہیں اور انسان کا نامہ اعمال لکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کرتے ہیں۔

2۔ قبر میں سوال کرنے کی ذمہ داری:

جو فرشتہ قبر میں سوال کریں گے ان کو "منکر نکیر" کہا جاتا ہے۔

3۔ انبیاء کرام علیہم السلام پر وحی لانے کی ذمہ داری:

انبیاء کرام علیہم السلام پر وحی لانے کی ذمہ داری حضرت جبرائیل علیہ السلام کی ہے۔

4۔ رزق کی ذمہ داری:

مخلوق کے لیے رزق کی ذمہ داری حضرت میکائیل علیہ السلام کی ہے۔

5۔ روح قبض کرنے کی ذمہ داری:

روح قبض کرنے کی ذمہ داری حضرت عزرائیل علیہ السلام (ملک الموت) کی ہے۔

6۔ صور پھونکنے کی ذمہ داری:

قیامت کے لیے صور پھونکنے کی ذمہ داری حضرت اسرافیل علیہ السلام کی ہے۔

5۔ حاصل کلام:

ہمیں چاہیے کہ فرشتوں کے بارے میں اپنے دل میں عظمت کا احساس رکھیں اور اس بات کا یقین رکھیں کہ اللہ تعالیٰ امور کائنات میں فرشتوں کا محتاج نہیں ہے۔ فرشتوں کو ان ذمہ داریوں پر مامور کرنا خود فرشتوں کے لیے اعزاز اور اطاعت خداوندی کے حصول کا ذریعہ ہے۔

4۔ کتب سماویہ (آسمانی کتابیں)

مختصر سوالات کے جوابات دیں۔

1۔ آسمانی صحیفوں سے کیا مراد ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لیے بہت سے انبیاء کرام علیہم السلام پر آسمانی کتابیں اور صحیفے نازل فرمائے۔ چار مشہور کتابوں کے علاوہ جو چھوٹی چھوٹی کتابیں نازل فرمائی گئیں انہیں صحیفے یا صحائف کہتے ہیں۔

2۔ کون سے بنیادی عقائد تمام آسمانی کتابوں میں موجود رہے؟

جواب: 1۔ عقیدہ توحید 2۔ عقیدہ رسالت 3۔ عقیدہ آخرت

3۔ مشرکین اور اہل کتاب میں کیا فرق ہے؟

جواب: اہل کتاب: وہ لوگ جو کسی ایسے مذہب کے پیروکار ہیں جس کی دعوت کسی نبی نے دی اور ان کی ہدایت کے لیے کتاب بھی بھیجی گئی ہو تو ایسے لوگوں کو اہل کتاب کہا جاتا ہے جیسے یہودی اور عیسائی۔

مشرکین: وہ لوگ جو کسی نبی کی تعلیمات پر ایمان نہیں لائے اور نہ ہی ان کے پاس کوئی آسمانی کتاب ہے اور وہ لوگ مظاہر فطرت یا بتوں کی پوجا کرتے ہیں تو ایسے لوگوں کو مشرکین کہا جاتا ہے۔

(حصہ معروضی)

1۔ ابو الانبیاء 2۔ حضرت داؤد علیہ السلام 3۔ روزہ 4۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام 5۔ قرآن مجید

تفصیلی سوال کا جواب دیں۔

کتب سماویہ (آسمانی کتابوں) پر ایک جامع نوٹ لکھیں۔

1۔ آسمانی کتب کے نزول کی اہمیت:

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لیے انبیاء کرام علیہم السلام کو دنیا میں مبعوث فرمایا۔ سب سے پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام اور سب سے آخری نبی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ انبیاء کرام علیہم السلام میں لوگوں کو اللہ تعالیٰ کو ایک ماننے، صرف اسی کی عبادت کرنے کی دعوت دی، اچھے کام کرنے کا حکم دیا اور برے کاموں سے روکا۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لیے بہت سے انبیاء کرام علیہم السلام پر آسمانی کتابیں اور صحیفے نازل فرمائے۔

2۔ صحیفے یا صحائف:

چار مشہور کتابوں کے علاوہ چھوٹی چھوٹی کتابیں نازل فرمائی گئیں انہیں صحیفے یا صحائف کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہونے والے صحیفوں کا خاص طور پر ذکر آیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: "یقیناً یہ تعلیم پہلے صحیفوں میں بھی ہے۔ یعنی ابراہیم علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کے صحیفوں میں۔"

3۔ آسمانی کتب کا تعارف:

جن انبیاء کرام علیہم السلام پر آسمانی کتابیں نازل ہوئیں ان میں سے چار انبیاء کرام علیہم السلام اور ان پر نازل ہونے والی آسمانی کتابوں کے نام درج ذیل ہیں:

۱۔ تورات:

حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہونے والی کتاب کا نام تورات ہے۔ نبی کریم ﷺ کے بعد قرآن مجید میں سب سے زیادہ جس نبی کا ذکر آیا ہے وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے سامنے انتہائی جرات سے حق کا پیغام پہنچایا اور اپنی قوم بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے نجات دلا کر آزادی عطا کی۔

۲۔ زبور:

حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل ہونے والی کتاب کا نام زبور ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام، حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت کے ساتھ بہت بڑی بادشاہت بھی عطا فرمائی۔ آپ نے ایک زبردست اور وسیع سلطنت قائم کی۔ حضرت داؤد علیہ السلام سے پہلے بنی اسرائیل میں نبوت اور حکومت کا سلسلہ الگ الگ خاندانوں میں تھا، آپ بنی اسرائیل کے پہلے شخص تھے جنہیں نبوت کے ساتھ حکومت بھی عطا کی گئی۔

۳۔ انجیل:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہونے والی کتاب کا نام انجیل ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل میں بھیجے گئے آخری نبی تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور نبی کریم ﷺ کے درمیان کوئی دوسرا نبی نہیں آیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا نام حضرت مریم بنت عمران ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا لقب مسیح، عبد اللہ اور روح اللہ ہے اور آپ کی کنیت ابن مریم ہے۔ آپ علیہ السلام کا لقب کلمہ اللہ بھی ہے۔

۴۔ قرآن مجید:

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل ہونے والی کتاب کا نام قرآن مجید ہے۔ یہ آخری آسمانی کتاب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر دین اسلام کی تعلیمات کو مکمل کر دیا۔ اس لیے انسانوں کی کامیابی اور نجات کا واحد راستہ قرآن مجید پر عمل اور نبی کریم ﷺ کی اطاعت ہے، اب نجات کا واحد راستہ حضور اکرم ﷺ کی اتباع اور شریعت پر عمل کرنا ہے۔

4۔ آسمانی کتب کی مشترکہ تعلیمات:

تمام آسمانی کتابوں میں یہ تین عقائد موجود رہے ہیں: عقیدہ توحید، عقیدہ رسالت اور عقیدہ آخرت۔ سابقہ آسمانی کتابوں نے مذکورہ تینوں عقائد پر بہت زور دیا، لیکن بعد میں آنے والوں نے جب ان کتابوں میں تحریف کی تو ان تعلیمات کو بھی بدل کر رکھ دیا اور لوگوں کی کثیر تعداد شرک میں مبتلا ہو گئی۔ ان عقائد کے ساتھ ساتھ عبادات میں سے نماز، روزہ اور زکوٰۃ کا ذکر بھی سابقہ آسمانی کتابوں میں موجود رہا ہے، البتہ ان کے طریق کار میں فرق کسی نہ کسی طور پر موجود رہا ہے۔ مزید برآں تمام اعلیٰ اقدار اور اخلاق حسنہ کی تعلیم کا ذکر سابقہ آسمانی کتابوں میں بھی موجود تھا۔

5۔ مسلمان کے لیے ضروری عمل:

ایک مسلمان کے لیے تمام آسمانی کتابوں پر ایمان لانا ضروری ہے، آسمانی کتابوں پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ کتابیں بھی اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی ہدایت کے لیے انبیاء کرام علیہم السلام پر نازل فرمائیں، وہ کتابیں برحق تھیں، البتہ بعد میں ان میں لوگوں نے تحریف کر دی اور وہ اپنی اصل حالت پر باقی نہ رہیں۔ ایک مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ آسمانی کتابوں کا احترام کرے۔

5- عقیدہ آخرت

مختصر سوالات کے جوابات دیں۔

1- مقام محمود سے کیا مراد ہے؟

جواب: شفاعت کی اقسام میں سے پہلی شفاعت کبریٰ ہے جو نبی کریم ﷺ کی خصوصیت ہے۔ اس شفاعت کا فائدہ پوری انسانیت کو ہو گا کیونکہ حساب کے انتظار کی سختی ختم ہو جائے گی اور حساب شروع ہو جائے گا۔ اسی شفاعت کو مقام محمود کہتے ہیں۔

2- حوض کوثر کے بارے میں مختصر بیان کریں۔

جواب: کوثر جنت کے اس حوض کا نام ہے جو نبی کریم ﷺ کو روزہ قیامت عطا کیا جائے گا۔ قیامت کے دن جو اس حوض سے پانی پی لیں گے وہ خوش بخت ہوں گے۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"کوثر جنت میں ایک نہر ہے۔ اس کے کنارے سونے کے ہیں موتیوں اور یاقوت کی نالیوں میں بہتی ہے اس کا پانی شہد سے زیادہ میٹھا، دودھ سے زیادہ سفید، برف سے زیادہ ٹھنڈا اور کستوری کی خوشبو سے زیادہ مہک والا ہے۔"

3- آخرت میں اللہ تعالیٰ کے فرماں برداروں اور نافرمانوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا۔

جواب: آخرت میں اللہ تعالیٰ کے فرماں برداروں کو بخش دیا جائے گا اور جنت میں بھیج دیا جائے گا۔ نافرمانوں کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا جہاں انہیں طرح طرح کے عذاب دیے جائیں گے۔

(حصہ معروضی)

1- عالم برزخ 2- آخرت پر ایمان 3- موت کے بعد زندہ کرنا 4- منہ کے بل 5- حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

تفصیلی سوال کا جواب دیں۔

عقیدہ آخرت پر جامع نوٹ لکھیں۔

1- عقیدہ آخرت کا مفہوم:

آخرت کا مطلب ہے "بعد میں آنے والی چیز" عقیدہ آخرت کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کی زندگی کے بعد بھی ایک زندگی ہے جو موت کے بعد شروع ہوگی۔ یہ ہمیشہ کی زندگی ہے جو کبھی ختم نہ ہوگی۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمام انسانوں سے ان کے اعمال کا حساب لے گا۔ نیکوکاروں کو جنت میں بھیج دیا جائے گا اور برے لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہو گا۔

2- عقیدہ آخرت کی اہمیت قرآن کی روشنی میں:

۱- آخرت پر یقین رکھنے والوں کو حقیقی معنوں میں مومنین اور پرہیزگار کہا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: "اور آخرت پر وہ یقین رکھتے ہیں۔"

۲- ارشاد باری تعالیٰ ہے: ترجمہ: "اور بیشک آخرت ہی بہتر اور ہمیشہ رہنے والی ہے۔"

3- عقیدہ آخرت کی اہمیت حدیث کی روشنی میں:

۱- حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ترجمہ: "دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔"

۲- نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ترجمہ: "مجھے اور قیامت کو ان دو انگلیوں کی مثل ساتھ ساتھ بھیجا گیا۔"

4- عقیدہ آخرت کی بنیادی اہمیت:

تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے جن عقائد کی تعلیم کو اپنے ماننے والوں تک پہنچایا ان میں عقیدہ توحید اور رسالت کے ساتھ عقیدہ آخرت بنیادی اہمیت کا حامل رہا ہے۔

5- منکرین عقیدہ آخرت کا موقف:

عقیدہ آخرت کا انکار کرنے والوں کا موقف تھا کہ کیا زمین میں نیست و نابود ہونے کے بعد ہم دوبارہ زندہ کیے جائیں گے؟ ہمارے لیے تو صرف یہی دنیا کی زندگی ہے۔ ہم نے دوبارہ زندہ نہیں ہونا اور ہڈیوں کے بوسیدہ ہونے کے بعد دوبارہ کون زندہ کر سکتا ہے؟

6- منکرین عقیدہ آخرت کا رد:

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں منکرین عقیدہ آخرت کے شبہات کا رد کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ترجمہ: "اور وہی ہے جو مخلوق کو پہلی بار پیدا فرماتا ہے پھر وہی اسے دوبارہ پیدا کرے گا اور یہ اس پر بہت آسان ہے۔"

7- عقیدہ آخرت پر عقلی دلائل:

انسانی عقل اس بات کو تسلیم کرتی ہے کہ کسی بھی چیز کو دوسری مرتبہ بنانا یا پیدا کرنا پہلی بار پیدا کرنے سے زیادہ آسان ہے اس لیے انسانی عقل عقیدہ آخرت پر ایمان لانے کا تقاضا کرتی ہے۔ ہر شخص اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ اچھے اعمال کا صلہ اور برے اعمال کا بدلہ ملتا ہے۔ غور و فکر کرنے کی بات ہے کہ کیا مجرموں کو ان کے جرائم کی سزا نہیں ملے گی؟ کیا پرہیز گاروں کو ان کے نیک اعمال کا بدلہ نہیں ملے گا؟ کیا اشرف المخلوقات انسان کو اللہ تعالیٰ نے بے کار پیدا کیا ہے اور کیا اس کے اعمال کی کوئی حیثیت نہیں؟ جب عقل انسانی اس پر غور و فکر کرتی ہے تو یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہو جاتی ہے کہ آخرت کی زندگی برحق ہے جس میں سب لوگوں کو ان کے اعمال کی جزا و سزا ملے گی۔

8- عقیدہ آخرت پر ایمان کا تقاضا:

عقیدہ آخرت پر ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ ہم زندگی میں آخرت کی فکر کریں، زیادہ سے زیادہ نیک اعمال کریں اور گناہوں سے بچیں، حقوق اللہ اور حقوق العباد کا خیال کریں، دوسروں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آئیں تاکہ ہم جنت کے مستحق بن سکیں۔

(ب) عبادات

1- نماز

مختصر سوالات کے جوابات دیں۔

1- وقت پر نماز کی اہمیت کے بارے میں ایک آیت کا ترجمہ تحریر کریں۔

جواب: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ترجمہ: "بے شک نماز مومنوں پر مقررہ وقت پر فرض ہے۔"

2- نماز کی کوئی دو شرائط تحریر کریں۔

جواب: نماز کی سات شرائط ہیں جن میں سے دو یہ ہیں۔ 1- جسم کا پاک ہونا 2- جگہ کا پاک ہونا

3- مسجد میں باجماعت نماز ادا کرنے کے دو معاشرتی اثرات بیان کریں۔

جواب: 1- مسجد میں باجماعت نماز ادا کرنے سے انسان محلے داروں اور دیگر نمازیوں سے ملاقات کی وجہ سے ان کے حالات سے باخبر، دکھ درد سے آگاہ اور خوشی و غم کا احساس کر کے ان کے ساتھ شریک ہوتا ہے۔

2- نماز ہمدردی، ایثار، اخوت و محبت اور رواداری جیسے جذبات پیدا کرتی ہے۔

(حصہ معروضی)

1- جنت کی کنجی 2- میل کا 3- ستائیس درجے 4- ایک مکمل رات کی عبادت کے برابر

5- نظم و ضبط کی

تفصیلی سوال کا جواب دیں۔

نماز پر جامع نوٹ تحریر کریں۔

1- نماز کا معنی و مفہوم:

نماز فارسی زبان کا لفظ ہے جس کا معنی ہے "رخ کرنا، توجہ کرنا"۔ نماز کے لیے عربی زبان میں "صلوٰۃ" کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے جس کا معنی ہے "دعا کرنا"۔ اصطلاح میں نماز سے مراد "مخصوص ارکان کو مخصوص وقت پر مخصوص طریقے سے ادا کرنا" ہے۔

2- نماز کی اہمیت:

1- از روئے قرآن:

نماز کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ قرآن مجید میں تقریباً 700 مرتبہ نماز کا ذکر آیا ہے۔

1- نماز کا حکم:

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں نماز کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ترجمہ: اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو۔

2- متقین کی صفات:

اللہ تعالیٰ نے متقین کی صفات بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ترجمہ: اور وہ لوگ نماز قائم کرتے ہیں۔

3- کامیاب مومنین کی صفات:

اللہ تعالیٰ نے کامیاب مومنین کی صفات بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ترجمہ: اور وہ لوگ نماز میں عاجزی اختیار کرتے ہیں۔

2- از روئے احادیث:

1- گناہوں سے پاک:

"پانچ نمازوں کی مثال نہر کی طرح ہے۔ جس کا پانی صاف ستھرا اور گہرا ہو، جو تم میں سے کسی کے گھر کے سامنے سے گزرتی ہو اور وہ اس میں ہر روز پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو۔ کیا تم خیال کرو گے کہ اس کے جسم پر کوئی میل باقی رہے گی؟ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کی نہیں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

پانچ نمازیں گناہوں کو اس طرح ختم کر دیتی ہیں جیسے پانی میل کو ختم کر دیتا ہے۔"

2- قیامت کے دن پہلا سوال:

ترجمہ: "قیامت کے دن سب سے پہلے نماز کے بارے میں سوال ہوگا۔"

3- ترک نماز پر وعید:

ترجمہ: "جس نے جان بوجھ کر نماز چھوڑی اس نے گویا کفر کیا۔"

4- دین کا ستون:

ترجمہ: "نماز دین کا ستون ہے، جس نے اسے قائم کیا اس نے دین کو قائم کیا، جس نے اسے گرا دیا اس نے دین کو گرا دیا۔"

3۔ باجماعت نماز چھوڑنے پر وعید:

حدیث مبارک میں ہے کہ اگر تم منافقوں کی طرح بلا عذر مسجدوں کو چھوڑ کر اپنے گھروں میں نماز پڑھنے لگو تو اپنے نبی کی سنت کو چھوڑ بیٹھو گے اور اگر اپنے نبی کی سنت چھوڑ دو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے۔

4۔ نماز کے فوائد و ثمرات:

- ❖ گھر سے مسجد کی طرف چل کر جانا اور مسجد میں نماز کو اس کی شرائط کا لحاظ کرتے ہوئے ادا کرنا، انسان کو جسمانی اور روحانی طور پر مضبوط رکھتا ہے۔ فجر کی نماز کے لیے صبح کو بروقت اٹھنا، چہل قدمی کرتے ہوئے مسجد جانا بذات خود ورزش کا درجہ رکھتا ہے جس سے انسان کو روحانی ہو جسمانی فوائد حاصل ہوتے ہیں۔
- ❖ مسجد میں باجماعت نماز ادا کرنے سے انسان محلے داروں اور دیگر نمازیوں سے ملاقات کی وجہ سے ان کے حالات سے باخبر، دکھ درد سے آگاہ اور خوشی و غم کا احساس کر کے ان کے ساتھ شریک ہوتا ہے۔
- ❖ نماز ہمدردی، ایثار، اخوت و محبت اور رواداری جیسے جذبات پیدا کرتی ہے۔ خشوع و خضوع والی نماز اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ ہے۔
- ❖ نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے اور تزکیہ نفس کا بہترین ذریعہ ہے۔

2۔ روزہ

مختصر سوالات کے جوابات دیں۔

1۔ صوم کا معنی و مفہوم تحریر کریں۔

جواب: روزے کے لیے قرآن و حدیث میں لفظ صوم یا صیام استعمال ہوا ہے جس کے لغوی معانی "رک جانے یا بچ جانے" کے ہیں۔ شرعی اصطلاح میں "وہ عبادت جس میں ایک مسلمان طلوع فجر سے غروب آفتاب تک کھانے پینے اور اپنی جائز نفسانی خواہشات سے رک جاتا ہے" اسے صوم یعنی روزہ کہا جاتا ہے۔

2۔ رمضان المبارک کے دو مسنون اعمال تحریر کریں۔

جواب: رمضان المبارک کے دو مسنون اعمال درج ذیل ہیں۔

1۔ اعتکاف 2۔ تلاوت قرآن مجید

3۔ روزے کے کوئی سے دو معاشرتی فوائد تحریر کریں۔

جواب: 1۔ روزے کی برکات حاصل کرنے کے لیے لوگ زکوٰۃ و صدقات ادا کرتے ہیں جس سے غرباء و مساکین اور دیگر ضرورت مندوں کی ضروریات پوری ہوتی ہیں۔

2۔ روزے کی حالت میں دوسروں کی بھوک پیاس کا اندازہ ہوتا ہے اور ان کے ساتھ ہمدردی کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔

(حصہ معروضی)

- | | | |
|------------------|-------------------------------------|--------------|
| 1۔ تقویٰ کا حصول | 2۔ جس میں جھوٹ اور فحش گوئی شامل ہو | 3۔ ہمدردی کے |
| 4۔ نظم و ضبط کی | 5۔ بھوک پیاس کا | |

تفصیلی سوال کا جواب دیں۔

روزے پر جامع نوٹ تحریر کریں۔

1۔ روزے کا معنی و مفہوم:

روزے کے لیے قرآن و حدیث میں لفظ صوم یا صیام استعمال ہوا ہے جس کے لغوی معانی "رک جانے یا بچ جانے" کے ہیں۔ شرعی اصطلاح میں "وہ عبادت جس میں ایک مسلمان طلوع فجر سے غروب آفتاب تک کھانے پینے اور اپنی جائز نفسانی خواہشات سے رک جاتا ہے" اسے صوم یعنی روزہ کہا جاتا ہے۔

2۔ روزے کی فرضیت:

روزہ دو ہجری میں فرض ہوا۔ سفر اور مرض کے علاوہ روزہ ہر عاقل، بالغ، مسلمان اور مرد و عورت پر فرض ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "اے ایمان والو! تم پر روزہ رکھنا فرض کیا گیا ہے، جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا، تاکہ تم (نافرمانی) سے بچ سکو۔"

3۔ روزے کا مقصد:

روزے کا مقصد چونکہ پرہیزگاری کا حصول ہے اس لیے کھانے پینے سے رکنا ہی روزے کا تقاضا نہیں بلکہ جسم کے تمام اعضاء کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے روکنا بھی روزہ ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

"جو شخص جھوٹ اور بے ہودہ بولنا اور جھوٹ پر عمل کرنا نہ چھوڑے تو اللہ تعالیٰ کو اس کے کھانے پینے کو چھوڑ دینے کی ضرورت نہیں ہے۔"

4۔ روزے کی اہمیت و فضیلت:

ازروئے قرآن:

۱۔ ترجمہ: "تم میں سے جو کوئی (رمضان کا) مہینہ پائے تو اسے چاہیے کہ وہ اس کے روزے رکھے۔"

۲۔ ترجمہ: "اور تم روزہ رکھو یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔"

ازروئے احادیث:

ارشاد نبوی ﷺ ہے:

۱۔ بے پناہ اجر:

"اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: روزہ میرے لیے ہے اور میں اس کا اجر خود دوں گا۔" (حدیث قدسی)

۲۔ گناہوں کی معافی:

"جس نے ایمان کی حالت میں ثواب کی نیت سے رمضان کے روزے رکھے اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔"

۳۔ سحری کی فضیلت:

"سحری کرو کیونکہ سحری کرنے میں برکت ہے۔"

۴۔ افطاری کروانے کی فضیلت:

"جس نے کسی روزے دار کا روزہ افطار کرایا تو اسے بھی اس کے برابر ثواب ملے گا اور روزہ دار کے ثواب میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔"

گی۔"

5۔ روزے کے فوائد و ثمرات:

۱۔ بیماریوں سے تحفظ:

روزے رکھنے سے جہاں اطمینانِ قلب اور صبر و شکر جیسے روحانی فوائد حاصل ہوتے ہیں وہاں کم کھانے کی وجہ سے معدے کو پورا مہینہ آرام ملتا ہے۔ جس کی وجہ سے انسان مختلف قسم کی بیماریوں سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

۲۔ ضرورت مندوں کی امداد:

روزے کی برکات حاصل کرنے کے لیے لوگ زکوٰۃ و صدقات ادا کرتے ہیں جس سے غرباء و مساکین اور دیگر ضرورت مندوں کی ضروریات پوری ہوتی ہیں۔

۳۔ نظم و ضبط کی پابندی:

مقررہ وقت پر سحری اور افطار انسان کو نظم و ضبط کی پابندی کا درس دیتی ہے۔

۴۔ ہمدردی کے جذبات:

روزے سے مسلمانوں میں تقویٰ و پرہیزگاری، جسمانی و روحانی طہارت اور ایثار و ہمدردی جیسی صفات پیدا ہوتی ہیں۔ روزے کی حالت میں دوسروں کی بھوک پیاس کا اندازہ ہوتا ہے اور ان کے ساتھ ہمدردی کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔

۵۔ نیکی اور تقویٰ کی فضا:

روزے کی وجہ سے نیکی اور تقویٰ کی فضا پیدا ہوتی ہے جس کی وجہ سے مسلمانوں میں عبادت کا شوق بڑھ جاتا ہے اور روحانی تسکین حاصل ہوتی ہے۔

3۔ زکوٰۃ

مختصر سوالات کے جوابات دیں۔

1۔ زکوٰۃ و عشر کی فرضیت کی حکمت بیان کریں۔

جواب: زکوٰۃ و عشر سے غربت اور بے روزگاری کا خاتمہ ہوتا ہے اور فلاحی معاشرہ تشکیل پاتا ہے۔

2۔ زکوٰۃ اور عشر میں فرق لکھیں۔

جواب: ۱۔ عشر بھی زکوٰۃ کی طرح ہی ہے فرق صرف یہ ہے کہ زکوٰۃ مال کا حق ہے اور عشر زینہ پیداوار کا۔

۲۔ زکوٰۃ کی ادائی کے لیے سامان وغیرہ پر سال کا گزرنا ضروری ہے جبکہ عشر میں سال گزرنا ضروری نہیں بلکہ اگر دو مرتبہ فصل ہوتی ہے تو ہر مرتبہ عشر ادا کرنا ضروری ہے۔

3۔ اسلام کے معاشی نظام کے حوالے سے زکوٰۃ و عشر کی اہمیت واضح کریں۔

جواب: اسلام کے معاشی نظام میں زکوٰۃ و عشر کو وہی حیثیت حاصل ہے جو انسانی جسم میں روح کو حاصل ہے۔ زکوٰۃ سے غربت اور بے روزگاری کا خاتمہ ہوتا ہے اور فلاحی معاشرہ تشکیل پاتا ہے۔

(حصہ معروضی)

- 1۔ فرض کی 2۔ زکوٰۃ کا انکار کرنے والوں 3۔ زکوٰۃ نہ دینے سے 4۔ عشر 5۔ گداگری کا

تفصیلی سوال کا جواب دیں۔

زکوٰۃ و عشر پر تفصیلی نوٹ لکھیں۔

1۔ زکوٰۃ کا معنی و مفہوم:

زکوٰۃ کا لغوی "معنی پاک ہونا" ہے۔ زکوٰۃ سے مراد وہ مخصوص مال ہے جو سال گزرنے کے بعد نصاب زکوٰۃ میں سے مخصوص شرح کے ساتھ مصارف زکوٰۃ کو ادا کیا جاتا ہے۔

2۔ زکوٰۃ کی برکات:

زکوٰۃ ادا کرنے سے انسان کے پاس باقی رہ جانے والا مال پاک ہو جاتا ہے اور اس کی برکت سے انسان باطنی بیماریوں مثلاً بخل وغیرہ سے پاک ہو جاتا ہے۔

3۔ فرضیت زکوٰۃ:

زکوٰۃ کی حیثیت نفلی صدقہ کی نہیں ہے بلکہ یہ ایک فرض ہے جس کو ادا کرنا ہر صورت لازم ہے۔ زکوٰۃ پچھلی امتوں پر بھی فرض تھی۔ اسلام میں زکوٰۃ دو ہجری میں روزوں سے پہلے فرض ہوئی۔

4۔ فرضیت زکوٰۃ کی شرائط:

زکوٰۃ کے لازم ہونے کے لیے ضروری ہے کہ انسان عاقل، بالغ، مسلمان اور آزاد ہو اور پورے سال ایسے مال کا مالک ہو جو مال قرض اور ضروریات زندگی مثلاً گھر کے سامان کھانے پینے اور پہننے سے زائد ہو۔

5۔ زکوٰۃ کی اہمیت:

1۔ زکوٰۃ کی اہمیت قرآن کی روشنی میں:

زکوٰۃ کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں متعدد مقامات پر نماز کے ساتھ زکوٰۃ کا ذکر فرمایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: "اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔"

2۔ زکوٰۃ کی اہمیت حدیث کی روشنی میں:

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے، گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک محمد ﷺ اس کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ دینا، حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔

3۔ خلفائے راشدین کا نفاذ نظام زکوٰۃ:

خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اپنے عہد حکومت میں دیگر احکام اسلامی کے ساتھ نظام زکوٰۃ کا نفاذ بھی فرمایا اور جب سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور مبارک میں کچھ لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے جہاد کا اعلان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: "اللہ کی قسم! میں ضرور اس کے ساتھ جنگ کروں گا جس نے نماز اور زکوٰۃ میں فرق کیا، اللہ کی قسم! اگر انہوں نے مجھ سے بکری کا ایک بچہ بھی روک لیا جسے وہ رسول اللہ ﷺ کو ادا کیا کرتے تھے تو میں اس کے نہ دینے پر ضرور ان سے لڑوں گا۔"

6۔ زکوٰۃ کا نصاب:

چاندی اور سونے کا نصاب: ساڑھے باون تولے چاندی اور ساڑھے سات تولے سونا، جس پر اڑھائی فیصد (چالیسواں حصہ) زکوٰۃ ہے۔

جانوروں پر زکوٰۃ کا نصاب: پانچ اونٹ، 30 گائے اور بھینسیں اور 40 بکریاں ہیں جن پر سال گزرنے کے بعد مقررہ شرح کے ساتھ زکوٰۃ ادا کرنا لازم ہے۔

نقدی و مال تجارت کا نصاب: نقدی اور مال تجارت پر اڑھائی فیصد کی شرح سے سال کے بعد زکوٰۃ ادا کرنا لازم ہے۔

7- عشر کا معنی و مفہوم:

عشر کا لغوی معنی "دسواں حصہ" ہے شرعی اصطلاح میں یہ زمینی پیداوار کی زکوٰۃ ہے۔

8- عشر کی اہمیت:

ارشاد باری تعالیٰ ہے: "اور اس کی کٹائی کے دن اس کا حق ادا کرو۔"

9- عشر کی شرح:

جو زمین بارش یا چشموں سے سیراب ہو اس پر عشر یعنی پیداوار کا دسواں حصہ (10 فیصد) ہے اور جس زمین کو کنوئیں کے پانی یا مصنوعی طریقے سے سیراب کیا جائے اس پر نصف عشر یعنی پیداوار کا بیسواں حصہ (5 فیصد) ہے۔

10- عشر و زکوٰۃ میں فرق:

عشر بھی زکوٰۃ کی طرح ہی ہے فرق صرف یہ ہے کہ زکوٰۃ مال کا حق ہے اور عشر زمینی پیداوار کا۔ زکوٰۃ کی ادائیگی کے لیے مال یا سامان وغیرہ پر سال کا گزرنا ضروری ہے جبکہ عشر میں سال گزرنا ضروری نہیں بلکہ اگر دو مرتبہ فصل ہوتی ہے تو ہر مرتبہ عشر ادا کرنا ضروری ہے۔

4- حج اور قربانی

مختصر سوالات کے جوابات دیں۔

1- قربانی کے کوئی سے دو احکام تحریر کریں۔

جواب: 1- عید کی نماز سے پہلے قربانی نہیں کی جاسکتی۔ 2- اپنے ہاتھ سے قربانی کرنا افضل ہے۔

2- حج اور عمرہ کے موقع پر حجاج کرام کن مقدس مقامات کے انوار و فیوض سے مستفید ہوتے ہیں؟ وضاحت کریں۔

جواب: حج و عمرہ کے موقع پر حجاج کرام کو مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور طائف کے بہت سے مقامات کی زیارت کا موقع ملتا ہے۔ ان مقامات میں خانہ کعبہ، مقام ابراہیم، حجر اسود، صفا و مروہ، میدان عرفات، مزدلفہ اور منی شامل ہیں۔

3- امت مسلمہ کے اتحاد کے لیے حج کس طرح مددگار ثابت ہوتا ہے؟ وضاحت کریں۔

جواب: حج ملت اسلامیہ کے اتحاد اور اجتماعیت کا مظہر ہے۔ حجاج کرام جب حج کے لیے جمع ہوتے ہیں تو ان کا لباس، اعمال یہاں تک کے زبان پر بھی ایک جیسے کلمات جاری ہوتے ہیں۔ ان سب کے مناسب بھی یکساں ہوتے ہیں اور وہ مل کر ایک ہی کعبہ کے گرد طواف کرتے ہیں۔

(حصہ معروضی)

1- سنت 2- وقوفِ عرفہ 3- ایک مرتبہ 4- قربانی 5- فجر کی نماز کے بعد

تفصیلی سوال کا جواب دیں۔

حج اور قربانی کے بارے میں ایک جامع مضمون تحریر کریں۔

1۔ حج کا معنی و مفہوم:

حج کا لغوی معنی ہے "ارادہ کرنا" یا "قصد کرنا"۔ اصطلاح میں حج کا مطلب ہے "مخصوص ایام میں مخصوص اعمال کی نیت کے ساتھ مخصوص مقدس مقامات کی زیارت کرنا اور وہاں اللہ تعالیٰ کی عبادت کے مقررہ مناسک کو انجام دینا"۔

2۔ فرضیت حج:

حج ارکان اسلام میں ایک اہم رکن ہے جو ہر صاحب استطاعت مسلمان پر زندگی میں ایک بار فرض ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ترجمہ: "اور اللہ کے لیے لوگوں پر اس گھر (بیت اللہ) کا حج کرنا فرض ہے جو کوئی بھی اس کی طرف جانے کی استطاعت رکھتا ہو"۔

3۔ جامع عبادت:

حج اس اعتبار سے ایک جامع عبادت ہے کہ یہ بیک وقت روحانی، بدنی اور مالی عبادت ہے اور یہ خصوصیت کسی دوسری عبادت کو حاصل نہیں۔

4۔ حج کے مناسک:

حج کے مناسک میں احرام باندھنا، منیٰ جانا، وقوف عرفات، مزدلفہ میں قیام، حمرات کو کنکریاں مارنا، قربانی کرنا، حلق کرنا، طواف کرنا اور سعی کرنا شامل ہے۔

5۔ حج کا طریقہ:

1۔ 8 ذوالحجہ کے اعمال:

حج کرنے والا 8 ذوالحجہ کو صبح کی نماز کے بعد احرام باندھے، دو رکعت نماز پڑھے اور یہ دعا کرے کہ "اے اللہ میں حج کا ارادہ کرتا ہوں تو اس کو میرے لیے آسان کر دے اور قبول فرما" اور تلبیہ کے درج ذیل الفاظ بلند آواز میں ادا کرے:

ترجمہ: حاضر ہوں اے اللہ! میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں تیرے ہی لیے تعریفیں ہیں، نعمتیں اور بادشاہی تیری ہی ہے، تیرا ان میں کوئی شریک نہیں۔

فجر کی نماز کے بعد مکہ مکرمہ سے منیٰ کے لیے روانہ ہو جائے ظہر کی نماز وہاں پہنچ کر پڑھے۔

2۔ 9 ذوالحجہ کے اعمال:

9 ذوالحجہ کو نماز فجر کے بعد منیٰ سے عرفات کے لیے روانہ ہو۔ مغرب تک عرفات میں قیام کرے اور دعائے گے۔ غروب آفتاب کے بعد میدان عرفات سے مزدلفہ کے لیے روانہ ہو۔ پیدل جانا مستحب ہے، مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نماز اکٹھی پڑھے۔ رات مزدلفہ میں گزارے۔ رمی کے لیے کنکریاں چنے۔

3۔ 10 ذوالحجہ کے اعمال:

صبح کی نماز ادا کرنے کے بعد منیٰ کی طرف روانہ ہو۔ جب خوب روشنی پھیل جائے تو جمرہ عقبہ کو رمی کرے اور رمی کے بعد قربانی کرے، پھر سر کے بال منڈوالے یا کٹوالے، سر منڈوانے کے بعد وہ احرام کی پابندیوں سے آزاد ہو گیا۔

۴۔ حج کے دیگر ارکان:

قربانی کے دنوں میں سے کسی ایک دن مکہ مکرمہ جاکر "طواف زیارت" کر لے، وقوف عرفات اور طواف زیارت کرنے کے بعد حج کے فرائض ادا ہو گئے، وقوف عرفہ حج کا رکن اعظم ہے، وقوف مزدلفہ، حج کی سعی اور رمی جمرات جیسے مناسک کی ادائیگی واجب ہے، آخر میں الوداعی طواف کرے۔

۵۔ مدینہ منورہ حاضری:

حج ادا کرنے کے بعد مدینہ منورہ کا سفر کرے اور وہاں 8 یا 9 دن کے قیام میں کوشش کرے کہ مسجد نبوی ﷺ میں متواتر 40 نمازیں پڑھے۔

7۔ اتحاد امت کا مظاہرہ:

حج و قربانی سے ملت اسلامیہ کا اتحاد و اتفاق ظاہر ہوتا ہے۔ حجاج کرام جب حج کے لیے جمع ہوتے ہیں تو ان کا لباس، اعمال یہاں تک کہ زبان پر بھی ایک جیسے کلمات جاری ہوتے ہیں۔ ان سب کے مناسک بھی یکساں ہوتے ہیں اور وہ مل کر ایک ہی کعبہ کے گرد طواف کرتے ہیں۔ حج کے موقع پر لڑائی جھگڑے اور فساد سے سختی سے منع فرمایا گیا ہے۔ جس سے ایک دوسرے کے لیے ہمدردی کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔

8۔ قربانی کا معنی و مفہوم:

قربانی سے مراد اللہ تعالیٰ کے قرب کے حصول کے لیے عید الاضحیٰ کے دنوں میں مخصوص جانور کو نبی کریم ﷺ اور ان کے جدا امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت کے مطابق ذبح کرنا ہے۔

9۔ قربانی کی فضیلت:

عید کے دن قربانی سے زیادہ فضیلت والا کوئی عمل نہیں ہے۔ اسی بنا پر یہ دن سال کا افضل ترین دن شمار ہوتا ہے۔

10۔ قربانی نہ کرنے پر وعید:

قربانی نہ کرنے پر سخت وعید آئی ہے۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: ترجمہ: "جس شخص کو قربانی کی وسعت ہو اور وہ قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عید گاہ کے قریب نہ آئے۔"

11۔ قربانی کے احکام:

- ۱۔ عید کی نماز سے پہلے قربانی نہیں کی جاسکتی۔
- ۲۔ اپنے ہاتھ سے قربانی کرنا افضل ہے۔
- ۳۔ اگر خود جانور ذبح نہ کر سکتا ہو تو کوئی دوسرا مسلمان اس کی جگہ جانور ذبح کر سکتا ہے مگر اجازت ضروری ہے۔

12۔ فلسفہ قربانی:

قربانی کا فلسفہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لیے اپنی خواہشات کو قربان کر دیا جائے اور اس بات کا عہد کرنا کہ اگر ہمیں اس کی راہ میں اپنی جان بھی قربان کرنی پڑی تو ہم دریغ نہیں کریں گے۔

باب سوم:

سیرت نبوی ﷺ

عہد نبوی ﷺ کے ماہ و سال (مدنی دور)

1- فتح مکہ

مختصر سوالات کے جوابات دیں۔

1- فتح مکہ کے موقع پر نبی کریم ﷺ نے عام معافی کا اعلان کرتے ہوئے کیا ارشاد فرمایا؟

جواب: نبی کریم ﷺ نے عام معافی کا اعلان کرتے ہوئے قریش مکہ سے فرمایا کہ آج میں تمہارے ساتھ اسی سلوک کا اعلان کرتا ہوں جو میرے بھائی حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کے ساتھ کیا تھا۔ آپ ﷺ نے تمام اہل مکہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ جاؤ آج تم سب آزاد ہو آج تم سے کوئی باز پرس نہیں ہوگی (تمہیں سزا نہیں دی جائے گی)۔

2- فتح مکہ کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کیا سعادت حاصل ہوئی؟

جواب: فتح مکہ کے موقع پر حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے خانہ کعبہ کو تین سو ساٹھ (360) بتوں سے پاک فرمایا۔

3- فروغ اسلام کے حوالے سے فتح مکہ کی اہمیت مختصر بیان کریں۔

جواب: فتح مکہ کے نتیجے میں قریش کے تمام قبائل نے قبول اسلام میں پہل کی حتیٰ کہ صرف دس روز میں دو ہزار لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے، دین اسلام کو غلبہ حاصل ہوا، اسلام اور اہل اسلام کو عظمت و شان حاصل ہوئی اور دشمنان اسلام کی سازشیں دم توڑ گئیں۔

(حصہ معروضی)

3- قصوا

2- حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گھر

1- بنو خزاعہ پر حملہ

5- حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے

4- عفو درگزر کی

تفصیلی سوال کا جواب دیں۔

فتح مکہ پر تفصیلی نوٹ تحریر کریں۔

1- فتح مکہ کے اسباب:

چھ ہجری میں صلح حدیبیہ کے موقع پر عرب قبائل میں سے بنو خزاعہ مسلمانوں کے حلیف بنے، بنو بکر نے قریش مکہ کا ساتھ دینے کا اعلان کیا اور یہ معاہدہ ہوا کہ فریقین 10 سال تک ایک دوسرے سے جنگ نہیں کریں گے، لیکن 18 ماہ بعد بنو بکر نے اچانک صلح کا معاہدہ توڑتے ہوئے بنو خزاعہ پر حملہ کر دیا اور حرم کعبہ میں بھی بنو خزاعہ پر لڑائی مسلط کی۔

2- قریش مکہ کو صلح کا پیغام:

بنو خزاعہ نے مسلمانوں سے مدد مانگی تو نبی کریم ﷺ نے قریش مکہ کو تین شرائط پر صلح کا پیغام بھیجا کہ یا تو بنو خزاعہ کے مقتولوں کی دیت ادا کریں یا بنو بکر کی مدد کرنے سے دست بردار ہو جائیں یا معاہدہ ختم کر کے جنگ کا اعلان کریں قریش مکہ نے جنگ کرنا قبول کیا۔

3- اسلامی لشکر:

8 ہجری 10 رمضان المبارک کو مسلمان تقریباً 10 ہزار کے لشکر کے ساتھ مکہ مکرمہ کے نواح (قریبی علاقے) میں جا پہنچے۔

4- لشکر کے امیر:

مرانظہران کے مقام پر نبی کریم ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مہمنہ (لشکر کا دایاں حصہ)، حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو میسرہ (لشکر کا بایاں حصہ) اور حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پیدل لشکر کا امیر مقرر فرمایا۔ آپ ﷺ کا پرچم حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تھا۔

5- شہر مکہ میں داخلہ:

آپ ﷺ فرما رہے تھے آج اللہ تعالیٰ کعبہ مقدسہ کو خصوصی عظمت بخشے گا اور آج کعبہ کو نیا غلاف پہنایا جائے گا۔ مختصر جھڑپ کے بعد اسلامی لشکر، شہر مکہ میں داخل ہو گیا۔

6- قبول اسلام:

قریش مکہ میں سے ابوسفیان، بَدیل بن ورقا اور حکیم بن حزام جیسے لوگوں نے اسلام قبول کیا۔

7- صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو ہدایات:

نبی کریم ﷺ نے 10 ہزار کے لشکر کی موجودگی کے باوجود صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ہدایات جاری فرمائیں کہ جو شخص پناہ طلب کرے اسے پناہ دے دی جائے، عورتوں اور بچوں پر تلوار نہ اٹھائی جائے، جو شخص حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر پناہ لے اس کو بھی کچھ نہ کہا جائے جو لوگ ہتھیار ڈال دیں یا اپنے گھر کا دروازہ بند کر دیں ان سب کے لیے امان ہے۔

8- عام معافی کا اعلان:

نبی کریم ﷺ نے عام معافی کا اعلان فرماتے ہوئے قریش مکہ سے فرمایا کہ آج میں تمہارے ساتھ اسی سلوک کا اعلان کرتا ہوں جو میرے بھائی حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کے ساتھ کیا تھا آپ ﷺ نے تمام اہل مکہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا جاؤ آج تم سب آزاد ہو آج تم سے کوئی باز پرس نہیں ہوگی۔

9- نتائج:

فتح مکہ کے نتیجے میں قریش کے تمام قبائل نے قبول اسلام میں پہل کی۔ حتیٰ کہ صرف 10 روز میں 2 ہزار لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے دین اسلام کو غلبہ حاصل ہوا اسلام اور اہل اسلام کو عظمت و شان حاصل ہوئی۔ دشمنان اسلام کی سازشیں دم توڑ گئیں اور آپ ﷺ کی قائدانہ صلاحیتیں رنگ لے آئیں۔

2- غزوہ حنین

مختصر سوالات کے جوابات دیں۔

1- غزوہ حنین کے موقع پر نبی کریم ﷺ نے کس طرح جرات اور بہادری اور استقامت کا مظاہرہ فرمایا؟

جواب: غزوہ حنین کے موقع پر نبی کریم ﷺ بے مثال جرات و بہادری کا مظاہرہ کرتے ہوئے میدان میں ڈٹے رہے۔ آپ ﷺ خچر پر سوار تھے جس کی رکاب حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اور لگام حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پکڑ رکھی تھی۔ نبی کریم ﷺ خچر سے اترے اور درج ذیل کلمات ادا کرتے ہوئے دشمن کی طرف چل پڑے:

ترجمہ: "میں نبی ہوں اس میں کوئی جھوٹ نہیں۔ میں عبدالمطلب کی اولاد ہوں۔"

2- غزوہ حنین کی کوئی سے دو نتائج تحریر کریں۔

جواب: 1- غزوہ حنین میں اللہ تعالیٰ نے اہل اسلام کو بے شمار مال غنیمت عطا فرمایا۔ اس مال غنیمت میں 6 ہزار جنگی قیدی، 24 ہزار اونٹ، 40 ہزار بکریاں اور چار ہزار اوقیہ چاندی شامل تھی۔

2- غزوہ حنین کی وجہ سے متعدد قبائل دائرہ اسلام میں داخل ہوئے اور اسلام مزید دور دراز کے علاقوں تک پھیل گیا۔

3- مشکل حالات میں ثابت قدمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کس طرح اپنے حواس کو قابو میں رکھا جاسکتا ہے؟ غزوہ حنین کی روشنی میں وضاحت

کریں۔

جواب: مشکل حالات میں ثابت قدمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہمیں ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی نصرت اور مدد پر یقین رکھنا چاہیے۔ ظاہری مال و اسباب پر بھروسہ کرنے کے بجائے اللہ تعالیٰ کی ذات پر کامل بھروسہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے نصرت اور مدد کی دعا کرنی چاہیے۔

(حصہ معروضی)

1- چالیس کلو میٹر 2- بنو ہوازن و بنو ثقیف 3- حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

4- مٹھی بھر خاک 5- توکل کا

تفصیلی سوال کا جواب دیں۔

غزوہ حنین پر تفصیلی روشنی ڈالیں۔

1- غزوہ حنین کے اسباب:

مکہ مکرمہ سے 40 کلو میٹر کے فاصلے پر واقع وادی حنین میں بنو ہوازن اور بنو ثقیف کے قبائل آباد تھے، جن کو اپنی طاقت پر بڑا گھمنڈ تھا، وہ مسلمانوں کی طاقت کو تسلیم کرنے پر راضی نہ تھے۔ انہوں نے فتح مکہ کے بعد ارد گرد کے قبائل کو مسلمانوں کی مخالفت پر اکسا کر اپنے ساتھ ملا لیا اور مکہ مکرمہ پر حملہ کرنے کی منصوبہ بندی کرنے لگے۔

2- اسلامی لشکر کی روانگی:

فتح مکہ کے بعد نبی کریم ﷺ مکہ مکرمہ میں 19 دن قیام کرنے کے بعد شوال آٹھ ہجری کو 12 ہزار کے لشکر کے ساتھ وادی حنین کی جانب روانہ ہوئے۔

3- ظاہری طاقت و کثرت تعداد:

لشکر کی تعداد دیکھ کر بعض نو مسلموں کے ذہن میں یہ خیال آیا کہ آج کوئی طاقت ہمیں شکست سے دوچار نہیں کر سکتی، ان کا یوں اپنی ظاہری طاقت و کثرت تعداد پر اترانہ اللہ تعالیٰ کو پسند نہ آیا۔

4- مسلمانوں پر اچانک حملہ:

ادھر دشمنان اسلام مسلمانوں سے پہلے میدان میں پہنچ کر جنگی تدابیر اختیار کر چکے تھے، جیسے ہی مسلمان میدان جنگ میں اترے، کفار نے اچانک حملہ کرتے ہوئے مسلمانوں پر تیروں کی بارش کر دی، جس کی وجہ سے بد نظمی پیدا ہوئی، مسلمان اچانک اس قدر شدید حملے سے بوکھلا گئے اور عارضی طور پر مسلمانوں کے پاؤں اکھڑنے لگے۔

5۔ نبی کریم ﷺ کی جرات و بہادری:

اس موقع پر نبی کریم ﷺ بے مثال جرات و بہادری کا مظاہرہ کرتے ہوئے میدان میں ڈٹے رہے۔ نبی کریم ﷺ اپنے خچر پر سوار تھے، جس کی رکاب حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اور لگام حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پکڑ رکھی تھی نبی کریم ﷺ خچر سے اترے اور درج ذیل کلمات ادا کرتے ہوئے دشمن کی طرف چل پڑے:

ترجمہ: "میں نبی ہوں اس میں کوئی جھوٹ نہیں میں عبدالمطلب کی اولاد ہوں۔"

6۔ مجاہدین کی ثابت قدمی:

نبی کریم ﷺ نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ مجاہدین کو ثابت قدم رہنے کے لیے پکاریں، چنانچہ انہوں نے بلند آواز سے مجاہدین کو پکارا اور کہا "بیعت رضوان والو! کہاں ہو؟" یہ آواز سن کر تمام مسلمان واپس مڑے اور تھوڑی ہی دیر میں میدان جنگ مجاہدین سے بھر گیا، بنو ہوازن کے خلاف گسان کی لڑائی شروع ہو گئی، جلد ہی دشمن کے پاؤں اکھڑنے لگے۔

7۔ معجزات:

غزوہ حنین میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو متعدد معجزات عطا فرمائے، نبی کریم ﷺ نے لڑائی کی شدت دیکھ کر مٹھی بھر مٹی اٹھائی اور کفار کی طرف پھینکی۔ وہ مٹھی بھر خاک دشمن کے ہر شخص کی آنکھ میں چلی گئی، دشمن کی صفیں بکھر گئیں اور وہ میدان چھوڑ کر بھاگ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس غزوے میں فرشتوں کے ذریعے سے مسلمانوں کی مدد فرمائی۔

8۔ مال غنیمت:

غزوہ حنین میں اللہ تعالیٰ نے اہل اسلام کو بے شمار مال غنیمت عطا فرمایا۔ اس مال غنیمت میں 6 ہزار جنگی قیدی، 24 ہزار اونٹ، 40 ہزار بکریاں اور چار ہزار اوقیہ چاندی شامل تھی۔

9۔ نتائج:

غزوہ حنین میں حضرت ابو طلحہ انصاری نے تنہا 30 مشرکوں کو قتل کیا، جبکہ مرنے والے کفار کی کل تعداد 300 سے زائد تھی۔ اس غزوے میں چار مسلمان شہید ہوئے۔ غزوہ حنین کی وجہ سے متعدد قبائل دائرہ اسلام میں داخل ہوئے اور اسلام مزید دور دراز کے علاقوں تک پھیل گیا۔

10۔ غزوہ حنین سے سبق:

اس غزوے سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ ہمیں ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی نصرت اور مدد پر یقین رکھنا چاہیے۔ ظاہری مال و اسباب پر بھروسہ کرنے کے بجائے اللہ تعالیٰ کی ذات پر کامل بھروسہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے نصرت اور مدد کی دعا کرنی چاہیے۔

3۔ عام الوفود

مختصر سوالات کے جوابات دیں۔

1۔ نبی کریم ﷺ نے عام الوفود میں مہمانوں کے ساتھ کس طرح عزت و اکرام کا معاملہ فرمایا؟ وضاحت کریں۔

جواب: نبی کریم ﷺ کی طرف سے ان وفود کو مسجد نبوی میں ٹھہرانا، ان کے استقبال اور قیام و طعام کا انتظام کرنا آپ ﷺ کے حسن انتظام اور کریمانہ اخلاق کی عمدہ مثالیں ہیں۔

2۔ وفد کی آمد نے جزیرۃ العرب میں اسلام کے پھیلاؤ میں کیا کردار ادا کیا اور اس کا کیا نتیجہ برآمد ہوا؟

جواب: جن لوگوں کو قبول اسلام کی سعادت نصیب ہوئی انہوں نے ایسے خلوص کے ساتھ اسلام کی تبلیغ کی کہ پورے کے پورے قبائل دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ یہاں تک کہ حجۃ الوداع کے موقع پر مسلمانوں کی تعداد ایک لاکھ سے تجاوز کر گئی۔

3۔ وفد بنو تمیم کو بارگاہ رسالت میں حاضری کے وقت سکھائے گئے آداب میں سے کوئی سے دو لکھیں۔

جواب: ۱۔ اپنی آوازوں کو نبی کریم ﷺ کی آواز سے بلند نہ کرو۔

۲۔ نبی کریم ﷺ کو یوں نہ پکارو جیسے آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔

(حصہ معروضی)

1۔ وفد کا سال 2۔ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ 3۔ مسجد نبوی میں

4۔ اقرع بن حابس 5۔ حلم اور وقار

تفصیلی سوال کا جواب دیں۔

وفد نجران کے بارگاہ رسالت میں حاضری کا احوال بیان کریں۔

1۔ عام الوفود کا معنی و مفہوم:

عام کا معنی "سال" اور وفد جمع ہے وفد کی، جس کا معنی "لوگوں کی جماعت ہے" عام الوفود سے مراد وفد کا سال ہے۔ نو ہجری میں پورے عرب سے اتنی کثرت کے ساتھ وفد نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے کہ اس سال کا نام ہی عام الوفود پڑ گیا۔

2۔ مدینہ منورہ آمد:

نجران کے نصاریٰ کا 60 افراد پر مشتمل وفد مدینہ طیبہ آیا جس میں 14 بڑے سردار شامل تھے۔

3۔ وفد کا پرتپاک استقبال:

نبی کریم ﷺ نے اس وفد کا پرتپاک (شانداز) استقبال فرمایا، انہیں مسجد نبوی میں ٹھہرایا گیا اور اپنے طریقے کے مطابق عبادت کرنے کی اجازت دی گئی۔ ان کی بہت خاطر تواضع کی گئی۔

4۔ وفد سے مباہلہ کا حکم:

وفد نجران حضرت محمد ﷺ کی نبوت کی خبر سن کر آپ ﷺ سے مناظرہ کرنے آیا تھا اور انہوں نے اپنے عقائد پر دلائل دینا شروع کر دیے۔ نبی کریم ﷺ نے ان کی اصلاح کی بہت کوشش فرمائی، لیکن وہ لوگ اپنی ضد پر ڈٹے رہے، پھر جب انہوں نے روانگی کے لیے مدینہ منورہ کے باہر پراؤ ڈالا تو اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو ان سے مباہلہ کرنے کا حکم دیا۔

5۔ وفد کا مباہلہ سے انکار:

مباہلہ کا حکم نازل ہونے کے بعد نبی کریم ﷺ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لے کر نجران کے وفد کے پاس مباہلے کے لیے تشریف لائے۔ جب ان کے پادریوں نے یہ روشن چہرے دیکھے تو کہا کہ اگر تم نے ان سے مباہلہ کیا تو یاد رکھو دنیا سے تمہارا نام و نشان تک مٹ جائے گا، چنانچہ انہوں نے مباہلہ کرنے سے انکار کر دیا اور جزیہ ادا کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔

6۔ وفد کے بارے ارشاد نبوی ﷺ:

اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! اللہ تعالیٰ کا عذاب اہل نجران کے نزدیک آچکا تھا اور اگر یہ مباہلہ کرتے تو انہیں جانور بنا دیا جاتا، ان کی وادی میں آگ بھڑکتی رہتی اور انہیں ملیا میٹ کر دیا جاتا، یہاں تک درختوں پر پرندے بھی ہلاک ہو جاتے اور سال ختم ہونے سے پہلے سارے نصاریٰ فنا کے گھاٹ اتر جاتے۔

4۔ غزوہ تبوک

مختصر سوالات کے جوابات دیں۔

1۔ غزوہ تبوک کے موقع پر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا خدمات انجام دیں؟

جواب: حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ لشکر تبوک کی تیاری کے لیے ایک سو گھوڑے، نو سو اونٹ اور ایک ہزار دینار لے کر حاضر ہوئے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک تہائی لشکر کو ساز و سامان مہیا کیا۔

2۔ غزوہ تبوک کے موقع پر خواتین نے کس طرح اسلامی لشکر کی تیاری میں مدد کی؟

جواب: سیدہ ام سنان اسلمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں رسول اللہ ﷺ کے سامنے ایک چادر بچھی ہوئی دیکھی جس میں مسلمان خواتین اپنے ہار، چوڑیاں، انگوٹھیاں، جھمکے، دیگر زیورات اور کپڑے ڈال رہی تھیں۔

3۔ غزوہ تبوک کے موقع پر منافقین نے کیا کردار ادا کیا؟

جواب: منافقین کا ٹولہ طرح طرح کی سازشوں میں مصروف تھا۔ منافقین کا سردار عبداللہ بن ابی ذباب نامی مقام پر اپنے ساتھیوں سمیت یہ کہہ کر واپس لوٹ گیا کہ: اتنے گرم موسم میں حالات کی تنگی کے باوجود مسلمان رومیوں سے جنگ لڑنے جا رہے ہیں۔ رومی بہت طاقتور ہیں ان کا مقابلہ کرنا کسی کے بس کی بات نہیں۔

(حصہ معروضی)

- 1۔ چشمے کا 2۔ گھر کا سارا سامان 3۔ اہل بیت کی حفاظت کی 4۔ زادراہ کی شدید قلت تھی 5۔ سچ بولنے کی وجہ سے

تفصیلی سوال کا جواب دیں۔

غزوہ تبوک پر تفصیلی نوٹ لکھیں۔

1۔ پس منظر:

غزوہ تبوک نو ہجری میں ہوا، تبوک ایک مشہور مقام ہے جو مدینہ منورہ سے دمشق کے راستے پر واقع ہے۔ اس علاقے میں موجود پانی کے ایک چشمے کا نام تبوک تھا اسی مناسبت سے اس غزوے کا نام بھی غزوہ تبوک پڑ گیا۔ معرکہ موتہ کے بعد رومی سلطنت نے مسلمانوں پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ غسانی قبائل جو شام میں رومیوں کے زیر اثر تھے اور مسیحی مذہب سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کو قیصر روم ہرقل نے اس لڑائی کے لیے ابھارا۔ شام کے تاجروں نے مدینہ منورہ میں یہ خبر دے دی کہ رومیوں نے شام میں مسلمانوں کے مقابلے کے لیے ایک بہت بڑا لشکر تیار کیا ہے جس کو ہرقل کی حمایت حاصل ہے۔

2- اعلان جنگ:

نبی کریم ﷺ کو جب اس کی اطلاع ملی تو آپ ﷺ نے رومیوں سے جنگ کی تیاری کا حکم دیا۔ یہ سخت تنگی، قحط سالی اور شدید گرمی کے دن تھے۔ پھلوں کی پکنے کا موسم تھا جس کی وجہ سے گھروں سے نکلتا بہت دشوار تھا۔ ان تمام ناسازگار حالات کے باوجود جب نبی کریم ﷺ نے غزوہ تبوک کا اعلان فرمایا تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بڑے جوش و خروش سے تیاری شروع کر دی۔ آپ ﷺ نے اس مہم میں ہر اس شخص کی شرکت لازمی قرار دے دی جو صحت مند ہو اور اس کے پاس سواری کا جانور موجود ہو۔

3- صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مالی ایثار:

نبی کریم ﷺ نے غزوہ تبوک کی تیاری کے لیے مال و اسباب اکٹھے کرنے شروع کر دیے۔ نبی کریم ﷺ کے حکم پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اپنا مال و دولت آپ ﷺ کے قدموں میں نچھاور کر دیا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے گھر کا سارا مال نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس موقع پر اپنے گھر کا آدھا مال نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ لشکر تبوک کی تیاری کے لیے ایک سو گھوڑے، 900 اونٹ اور ایک ہزار دینار لے کر حاضر ہوئے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک تہائی لشکر کو ساز و سامان مہیا کیا۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چار ہزار درہم، حضرت سیدنا عاصم بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے 90 سو کھجوریں پیش کیں اور حضرت ابو عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رات بھر مزدوری کر کے نصف صاع کھجوریں کما کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ صحابیات رضی اللہ تعالیٰ عنہن نے بھی اپنے اموال رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیے۔ سیدہ ام سنان اسلمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ: میں نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرے میں رسول اللہ ﷺ کے سامنے ایک چادر بچھی ہوئی دیکھی جس میں مسلمان خواتین اپنے ہار، چوڑیاں، انگوٹھیاں، جھمکے، دیگر زیورات اور کپڑے ڈال رہی تھیں۔

4- منافقین کا کردار:

منافقین کا ٹولہ طرح کی سازشوں میں مصروف تھا۔ منافقین کا سردار "عبداللہ بن ابی" ثنیۃ الوداع کے پاس ذباب نامی مقام پر اپنے ساتھیوں سمیت یہ کہہ کر واپس لوٹ گیا کہ: اتنے گرم موسم میں حالات کی تنگی کے باوجود مسلمان رومیوں سے جنگ لڑنے جا رہے ہیں۔ رومی بہت طاقتور ہیں ان کا مقابلہ کرنا کسی کے بس کی بات نہیں۔

5- جیش العسرہ:

نبی کریم ﷺ کی قیادت میں 30 ہزار صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا لشکر شام کی طرف روانہ ہوا۔ سفر کے دوران مسلمانوں کو تین طرح کی مشکلات کا سامنا تھا۔ سواریاں کم تھیں، زاد راہ بہت تھوڑا تھا اور پانی کی شدید قلت تھی۔ ایک اونٹ پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ باری باری سواری کرتے تھے۔ مٹھی بھر کھجوریں کئی افراد میں تقسیم ہو جاتی تھیں۔ مسلمانوں نے 805 کلو میٹر کا یہ فاصلہ انتہائی استقامت، صبر و تحمل اور جواں مردی سے طے کیا۔ سامان کی کمی اور سفر کی تکلیف کی وجہ سے اسے جیش العسرہ یعنی تنگی کا لشکر بھی کہا جاتا ہے۔

6- مسلمانوں کی فتح و کامیابی:

مسلمانوں کی جرات مندانہ پیش قدمی کو دیکھتے ہوئے رومی فوج اسلامی لشکر کے مقابلے کی ہمت نہ کر سکی۔ اس غزوہ میں مسلمانوں کو بغیر لڑائی کی فتح حاصل ہوئی۔ نبی کریم ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تبوک کے مقام پر 20 دن قیام فرمانے کے بعد مدینہ منورہ واپس لوٹ آئے۔ مدینہ منورہ واپسی پر عورتوں اور بچوں نے نبی کریم ﷺ کا والہانہ استقبال کیا۔

7۔ عدم شرکت پر معافی:

اس جنگ میں سیدنا کعب بن مالک، بلال بن امیہ اور مرارہ بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہم بغیر کسی معقول وجہ کے غزوہ تبوک میں شرکت کرنے سے رہ گئے تھے۔ واپسی پر نبی کریم ﷺ کے پوچھنے پر انہوں نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر سچ بتا دیا اور آپ ﷺ سے معافی طلب کی۔ آپ ﷺ نے ان کے بیانات قبول کرتے ہوئے ان کی توبہ کی قبولیت اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دی اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ان سے بات چیت کرنے سے منع کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی طرف وحی نازل فرمائی اور ان کی توبہ قبول فرمائی۔

5۔ حجتہ الوداع

مختصر سوالات کے جوابات دیں۔

1۔ غدیر خم کے حوالے سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت بیان کریں۔

جواب: غدیر خم کے مقام پر نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے سامنے خطبہ ارشاد فرمایا جس میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

ترجمہ: "میں جس کا دوست ہوں علی بھی اس کا دوست ہے، اے اللہ تو اس آدمی کو دوست رکھ جو علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو دوست رکھتا ہے اور جو اس سے عداوت رکھے، تو بھی اس سے عداوت رکھ"۔

2۔ خطبہ حجتہ الوداع میں نبی کریم ﷺ نے انسانی مساوات کے حوالے سے کیا ارشاد فرمایا؟

جواب: آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے بنے تھے، کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو عربی پر، کسی کالے کو گورے پر اور کسی گورے کو کالے پر کوئی فضیلت نہیں سوائے تقویٰ کے۔

3۔ نبی کریم ﷺ نے ہدایت اور رہنمائی کے لیے کن دو چیزوں کو مضبوطی سے پکڑنے کا حکم دیا؟

جواب: آپ ﷺ نے فرمایا: "میں تمہارے درمیان دو ایسی چیزیں چھوڑ کے جا رہا ہوں کہ اگر تم انہیں مضبوطی سے پکڑے رکھو تو کبھی گمراہ نہ ہو گے وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور میری سنت ہے"۔

(حصہ معروضی)

1۔ 10 ہجری 2۔ حج قرآن 3۔ قربانی کا جانور 4۔ غدیر خم 5۔ رسالت کا حق ادا کرنے پر

تفصیلی سوال کا جواب دیں۔

حجتہ الوداع پر جامع نوٹ لکھیں۔

1۔ حجتہ الوداع سے مراد:

رسول اللہ ﷺ نے اپنے وصال سے قبل 9 ذوالحجہ 10 ہجری کو جو حج ادا فرمایا اسے حجتہ الوداع کہتے ہیں۔

2۔ خطبہ حجتہ الوداع سے مراد:

رسول اللہ ﷺ نے اپنے وصال سے قبل 9 ذوالحجہ 10 ہجری کو جو حج عطا فرمایا اسے حجتہ الوداع کہتے ہیں۔ اس موقع پر آپ ﷺ نے جو عظیم

الشان خطبہ ارشاد فرمایا اسے خطبہ حجتہ الوداع کہتے ہیں۔

3۔ خطبہ حجۃ الوداع کی تعلیمات:

۱۔ اللہ تعالیٰ کی حمد سے آغاز:

9 ذوالحجہ 10 ہجری کو آپ ﷺ قصواء اوٹنی پر سوار ہو کر "وادی عرنہ" میں تشریف لائے۔ لوگ آپ کے گرد جمع تھے، آپ ﷺ نے ان کے درمیان کھڑے ہو کر خطبہ دیا، اللہ کی حمد و ثنا کی، شہادت کی کلمات کہے، اللہ سے ڈرنے کی وصیت کی اور خطبہ ارشاد فرمایا جس میں حقوق اللہ کے تحفظ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کی ادائیگی کی خصوصی تاکید فرمائی۔

۲۔ فضیلت کا معیار:

آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے بنے تھے، کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو عربی پر، کسی کالے کو گورے پر اور کسی گورے کو کالے پر کوئی فضیلت نہیں سوائے تقویٰ کے۔

۳۔ زمانہ جاہلیت کی رسومات کا خاتمہ:

آپ ﷺ نے ایک دوسرے کی جان، مال اور عزت کے تحفظ پر خاص زور دیا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ سن لو: جاہلیت کی ہر چیز میرے پاؤں تلے روند دی گئی ہے۔ آپ ﷺ نے زمانہ جاہلیت کی رسومات کے خاتمے کا اعلان فرماتے ہوئے سب سے پہلے اپنے چچا حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سود جو لوگوں کے ذمہ تھا اس کی معافی کا اعلان فرمایا۔

۴۔ عورتوں کے ساتھ حسن سلوک:

خطبہ حجۃ الوداع میں نبی کریم ﷺ نے تاکید فرمائی کہ تم لوگ عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو اور ان کے حقوق ادا کرو۔

۵۔ ماتحتوں کے ساتھ حسن سلوک:

اس موقع پر آپ ﷺ نے معاشرے کے پسماندہ طبقوں اور ماتحتوں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید فرمائی۔

۶۔ کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ پر عمل:

آپ ﷺ نے فرمایا:

میں تمہارے درمیان ایسی دو چیزیں چھوڑ کے جا رہا ہوں کہ اگر تم انہیں مضبوطی سے پکڑے رکھو تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور میری سنت ہے۔

۷۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے گواہی:

آپ ﷺ نے فرمایا اور تم سے قیامت میں میرے بارے میں سوال ہو گا تو پھر تم کیا کہو گے؟ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ بے شک آپ نے اللہ کا پیغام پہنچایا اور رسالت کا حق ادا کیا اور امت کی خیر خواہی کی۔ پھر آپ ﷺ شہادت کی انگلی آسمان کی طرف اٹھاتے لوگوں کی طرف جھکاتے اور فرماتے تھے: ترجمہ: "اے اللہ گواہ رہنا، اے اللہ گواہ رہنا، اے اللہ گواہ رہنا۔"

۸۔ تبلیغ کا حکم:

اسلام کے اصول آپ ﷺ نے اپنے ان خطبات میں ارشاد فرمادیے اور حاضرین کو دیگر مسلمانوں تک پہنچانے کی تلقین فرمائی۔

۹۔ تکمیل دین:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: "آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام بطور دین پسند کر لیا۔"

6- وصالِ نبوی ﷺ

مختصر سوالات کے جوابات دیں۔

1- نبی کریم ﷺ کی زندگی کے آخری لمحات میں الفاظ میں بیان کریں۔

جواب: وصال کے وقت آپ ﷺ کے آخری الفاظ یہ تھے: اللهم بالرفیق الاعلیٰ ترجمہ: "اے اللہ مجھے بلند مرتبہ رفیق سے ملا دے"۔ یہ الفاظ آپ ﷺ نے تین مرتبہ دہرائے۔

2- نبی کریم ﷺ کی لحد مبارک کس نے تیار کی اور کس نے آپ ﷺ کو قبر میں اتارا؟

جواب: حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لحد والی (بغلی قبر) تیار کی۔ لحد میں اتارنے کا شرف حضرت علی، حضرت عباس، حضرت قثم بن عباس اور حضرت فضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حاصل ہوا۔

3- نبی کریم ﷺ نے وفات سے قبل حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کان میں کیا ارشاد فرمایا جس سے وہ پہلے غمگین اور پھر خوش ہوئیں؟

جواب: آپ ﷺ نے پہلی دفعہ فرمایا تھا کہ اس بیماری میں میرا وصال ہونے لگا ہے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رونے لگی پھر آپ ﷺ نے فرمایا تم روئیں، میرے اہل بیت میں تم ہی سب سے پہلے مجھے ملو گی، اس پر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مسکرانے لگی۔

4- نبی کریم ﷺ نے وفات سے چند لمحے پہلے حسین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کس طرح اپنی محبت کا اظہار فرمایا اور ان کے بارے میں کیا وصیت فرمائی؟

جواب: نبی کریم ﷺ نے وفات سے چند لمحے قبل سیدنا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر چوما اور ان کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت فرمائی پھر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو نماز کی حفاظت اور زیر دست افراد سے حسن سلوک کی وصیت فرمائی۔

5- نبی کریم ﷺ پر درود و سلام پڑھنے کی فضیلت بیان کریں۔

جواب: نبی کریم ﷺ پر درود و سلام کی بہت فضیلت ہے۔ حدیث پاک میں ہے:

قیامت کے دن لوگوں میں سب سے زیادہ میرے قریب وہ لوگ ہوں گے جو مجھ پر کثرت سے درود پڑھتے ہوں گے۔

(حصہ معروضی)

1- صفر المظفر 2- عورتوں، غلاموں اور نماز سے 3- تمام غلام آزاد کر دیے 4- ملاقات کی بشارت پر 5- چاشت کے وقت

تفصیلی سوال کا جواب دیں۔

وصالِ نبوی ﷺ پر جامع نوٹ تحریر کریں۔

1- وصال سے پہلے کے واقعات:

ا۔ نبی کریم ﷺ کے علالت:

نبی کریم ﷺ نے 10 ہجری کو فریضہ حج ادا فرمایا۔ ماہ صفر کے آخری ایام میں بقیع الغرقہ سے واپسی پر آپ ﷺ کی طبیعت ناساز ہو گئی۔ نبی کریم ﷺ بیماری کے ایام میں ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے گھروں میں آتے جاتے رہے۔ سیدہ میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر آپ ﷺ کی تکلیف بہت بڑھ گئی۔ آپ ﷺ ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی اجازت سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر مستقل طور پر منتقل ہو گئے (تشریف لے گئے)۔

۲۔ امامت کا حکم:

نبی کریم ﷺ کی وفات سے چار دن قبل آپ ﷺ نے مغرب کی نماز پڑھائی، لیکن عشاء کے وقت مرض شدت اختیار کر گیا تو آپ ﷺ نماز کی امامت کے لیے مسجد تشریف نہ لاسکے۔ نبی کریم ﷺ نے حکم دیا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہو کہ نماز پڑھائیں۔ چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امامت کے فرائض ادا کیے۔

۳۔ ضروری امور کی انجام دہی:

وصال سے ایک دن قبل آپ ﷺ نے تمام غلام آزاد فرمادیے۔ آپ ﷺ کے پاس چند دینار تھے وہ صدقہ فرمادیے اور فرمایا میرا ورثہ دینار کی شکل میں تقسیم نہیں ہوگا۔ میں نے اپنی بیویوں کے خرچہ اور اپنے عاملوں کی اجرت کے بعد جو کچھ چھوڑا ہے وہ سب صدقہ ہے۔ آپ ﷺ نے جنگی ساز و سامان مسلمانوں کو ہبہ (تحفہ) کے طور پر دے دیا۔ آپ ﷺ کے بعد خلفاء انہیں بطور تبرک استعمال کرتے رہے اور یہ چیزیں ایک سے دوسرے تک منتقل ہوتی گئیں۔

2۔ وصال کے دن کے واقعات:

۱۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سرگوشی:

آپ ﷺ نے اپنی لخت جگر حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بلوایا اور پھر کان میں دو مرتبہ کچھ فرمایا، ایک دفعہ تو آپ رونے لگیں اور دوسری دفعہ مسکرانے لگیں، بعد میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا گیا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: کہ آپ ﷺ نے پہلی دفعہ فرمایا تھا کہ اس بیماری میں میرا وصال ہونے لگا ہے تو میں رونے لگی پھر آپ ﷺ نے فرمایا امت روئیں میرے اہل بیت میں تم ہی سب سے پہلے مجھے ملو گی اس پر میں مسکرانے لگی۔

۲۔ مرض الموت کی شدت:

حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا غمگین لہجے میں کہنے لگی: "ہائے میرے بابا کی تکلیفیں"۔ آپ ﷺ نے اس پر ان سے ارشاد فرمایا: آج کے بعد تمہارے بابا کو کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ آپ ﷺ کے سامنے لکڑی یا پتھر کا پانی سے بھرا ایک برتن تھا آپ بار بار اپنا دست مبارک پانی میں ڈالتے چہرے پر ملتے اور فرماتے۔ لا الہ الا اللہ بلاشبہ موت کی بڑی سختیاں ہیں۔

۳۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو وصیتیں:

نبی کریم ﷺ نے اپنی بیماری کے ان ایام میں متعدد بار صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مخاطب ہوئے اور انہیں مختلف وصیتیں فرمائیں۔ انصار کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت فرمائی۔ آپ ﷺ نے وفات سے چند لمحے قبل سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر چوما اور ان کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت فرمائی پھر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو نماز کی حفاظت اور زیر دست افراد سے حسن سلوک کی وصیت فرمائی۔

۴۔ آخری لمحات:

جب آپ ﷺ کے آخری لمحات کا آغاز ہوا تو اس وقت سر مبارک سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گود میں تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھائی حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہاتھ میں مسواک لیے حاضر ہوئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مسواک کو نرم کیا آپ ﷺ نے مسواک فرمائی اور چھت کی طرف دیکھ کر انگلی کھڑی کی۔

۵۔ آخری الفاظ:

آپ ﷺ کے آخری الفاظ تھے۔ ترجمہ: "اے اللہ مجھے بلند مرتبہ رفیق سے ملا دے یہ الفاظ آپ نے تین مرتبہ دہرائے۔"

۶۔ تجہیز و تکفین:

رسول اللہ ﷺ کی تجہیز و تکفین کا مرحلہ آیا تو آپ ﷺ کی وصیت کے مطابق غسل کے لیے مدینہ منورہ کے سات کنوؤں سے پانی لایا گیا اور بیری کے پتے ڈال کر پانی گرم کیا گیا۔ حضرت علی، حضرت عباس، حضرت فضل بن عباس، حضرت قاسم بن عباس، حضرت اسامہ بن زید اور آپ ﷺ کے غلام حضرت شکران رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے آپ ﷺ کو غسل دیا۔ آپ ﷺ کا جنازہ باقاعدہ جماعت کی شکل میں ادا نہیں کیا گیا بلکہ لوگ گروہ در گروہ حاضر ہوتے رہے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء، نبی کریم ﷺ پر درود و سلام اور دعا کرتے رہے۔ جب اہل بیت اطہار اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بارگاہ رسالت میں ہدیہ درود و سلام پیش کر چکے تو حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لحد والی (بغلی قبر) تیار کی۔ لحد میں اتارنے کا شرف حضرت علی، حضرت عباس، حضرت قثم بن عباس اور حضرت فضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حاصل ہوا۔ تدفین کے بعد حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک پر سرہانے کی طرف سے پانی چھڑکا۔

اُسوہ رسول ﷺ اور ہماری زندگی

1۔ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا بچپن اور جوانی

مختصر سوالات کے جواب دیں۔

1۔ نبی کریم ﷺ نے غزوہ حنین کے موقع پر حضرت شیمار رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کیا سلوک فرمایا؟

جواب: غزوہ حنین میں حضرت شیمار قیدیوں میں شامل تھیں۔ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو اپنا تعارف کروایا تو آپ ﷺ نے ان کی بڑی عزت افزائی فرمائی، چادر بچھا کر انہیں احترام سے بٹھایا اور ارشاد فرمایا: مانگو تمہیں دیا جائے گا، قیدیوں کی سفارش کرو، انہیں تمہاری وجہ سے امان دی جائے گی۔ پھر ان کی سفارش پر آپ ﷺ نے تمام قیدیوں کو آزاد کر دیا۔

2۔ عرب کی مظلوموں کی راحت رسائی کے لیے ہونے والے معاہدے کا نام اور اس کے اہم نکات تحریر کریں۔

جواب: عرب کے مظلوموں کی راحت رسائی اور قیام امن کے لیے ہونے والے معاہدہ کا نام "حلف الفضول" ہے۔ اس معاہدے کے اہم نکات درج ذیل ہیں:

1۔ ملک سے بد امنی کو دور کریں گے۔

2۔ مظلوموں، مسافروں اور غریبوں کی حفاظت اور مدد کریں گے۔

3۔ کسی ظالم یا غاصب کو مکہ میں نہیں رہنے دیں گے۔

3۔ نبی کریم ﷺ کی نبوت کی کس نشانی سے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اسلام کی طرف ترغیب دلائی؟

جواب: حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ کی نبوت پر دلالت کرنے والی ایک خاص نشانی نے مجھے آپ کے دین میں داخل ہونے کی ترغیب دی۔ میں نے دیکھا کہ آپ ایام طفولیت (بچپن) میں گہوارے (جھولے) کے اندر چاند کے ساتھ کھیلا کرتے تھے اور انگلی مبارک کے ساتھ جس طرف اشارہ فرمایا کرتے تھے، چاند اسی طرف جھک جاتا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں اس کے ساتھ باتیں کرتا تھا اور وہ میرے ساتھ باتیں کرتا تھا اور مجھے رونے نہیں دیتا تھا۔

(حصہ معروضی)

3۔ دعا کے دوران آسمان کی طرف انگلی اٹھائی

2۔ آٹھ سال

1۔ 22 اپریل 571ء

5۔ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

4۔ حلف الفضول

تفصیلی سوال کا جواب دیں۔

نبی کریم ﷺ کی سیرت کی روشنی میں خدمت خلق، عفت و حیا، شجاعت، بہن بھائیوں اور دوستوں کے ساتھ حسن سلوک اور حسن معاملات پر نوٹ لکھیں۔

1۔ ولادت باسعادت:

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت 12 ربیع الاول، بروز پیر بمطابق 22 اپریل 571 عیسوی کو ہوئی۔

2۔ پرورش:

آپ ﷺ کے والد ماجد حضرت عبد اللہ آپ ﷺ کی پیدائش سے تقریباً دو ماہ پہلے انتقال فرما چکے تھے۔ آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ حضرت سیدہ آمنہ آپ ﷺ کی پیدائش کے چھ سال بعد وصال فرما گئیں۔ اس کے بعد آپ ﷺ کے دادا جان حضرت عبدالمطلب نے آپ ﷺ کی پرورش کی۔ جب آپ ﷺ کی عمر مبارک آٹھ سال ہوئی تو وہ بھی اس دنیا سے رخصت ہو گئے، دادا کی وفات کے بعد شفیق چچا حضرت ابوطالب نے آپ ﷺ کی پرورش کی۔ اہل عرب کے رواج کے مطابق دیہات میں پرورش کے لیے آپ ﷺ کو قبیلہ بنو سعد کی ایک نیک خاتون حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے ساتھ لے گئیں، چار سال تک آپ ﷺ وہیں رہے۔

3۔ خدمت خلق:

ایک دفعہ عرب میں سخت قحط پڑ گیا تو سردارانِ عرب، کعبہ کے متولی حضرت ابوطالب کے پاس آئے، انہوں نے نبی کریم ﷺ کو ساتھ لیا، حرم میں دیوار کعبہ سے ٹیک لگا کر بٹھا دیا اور دعا مانگنے میں مشغول ہو گئے۔ دعا کے درمیان حضور ﷺ نے اپنی انگلی مبارک کو آسمان کی طرف اٹھا دیا، ایک دم چاروں طرف سے بادل نمودار ہوئے اور اس زور کی بارش برسی کہ زمین سیراب ہو گئی، جنگلوں اور میدانوں میں ہر طرف پانی ہی پانی نظر آنے لگا، چٹیل میدانوں کی زمینیں سرسبز و شاداب ہو گئیں اور قحط ختم ہو گیا۔

4۔ عفت و حیا:

نبی کریم ﷺ حیا کے پیکر تھے۔ آپ ﷺ کی عفت و حیا کے حوالے سے روایت ہے کہ آپ ﷺ پردہ دار و شیزہ لڑکی سے بھی زیادہ حیا والے تھے۔ پورے عرب میں آپ ﷺ سے زیادہ حیا دار کوئی نہ تھا۔

اس زمانے میں گھروں میں باقاعدہ طہارت خانوں کا رواج نہیں تھا۔ قضائے حاجت کے لیے آپ ﷺ آبادی سے بہت دور نکل جاتے۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ آبادی سے بہت دور چلے جاتے یہاں تک کہ کوئی آپ ﷺ کو دیکھ نہیں سکتا تھا۔

5۔ شجاعت و بہادری:

نبی کریم ﷺ کی مبارک زندگی شجاعت و بہادری اور حسن معاملہ کا پیکر تھی۔ آپ ﷺ کے اوصاف جمیلہ کے اولین گواہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں۔ غزوہ حنین میں جب اسلامی لشکر دشمنوں کے زرخے میں آ گیا تو اس وقت بھی نبی کریم ﷺ پریشان نہیں ہوئے۔ آپ ﷺ پر گھبراہٹ کے بالکل آثار نہ تھے۔ آپ ﷺ پوری استقامت کے ساتھ دشمن کے مقابلے میں کھڑے یہ فرما رہے تھے: ترجمہ: "میں نبی ہوں اس میں کوئی جھوٹ نہیں۔ میں عبدالمطلب کی اولاد ہوں۔"

6۔ بہن بھائیوں کے ساتھ حسن سلوک:

غزوہ حنین میں حضرت شیماء قیدیوں میں شامل تھیں۔ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو اپنا تعارف کروایا تو آپ ﷺ نے ان کی بڑی عزت افزائی فرمائی، چادر بچھا کر انہیں احترام سے بٹھایا اور ارشاد فرمایا: مانگو تمہیں دیا جائے گا، قیدیوں کی سفارش کرو، انہیں تمہاری وجہ سے امان دی جائے گی۔ پھر ان کی سفارش پر آپ ﷺ نے تمام قیدیوں کو آزاد کر دیا۔

سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ ﷺ کے چچا ہیں۔ سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم ﷺ کی رضاعی بھائی بھی تھے، نبی کریم ﷺ اس دورے رشتے کی وجہ سے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے بہت شفقت اور محبت کے جذبات رکھتے تھے اور ان سے ہمیشہ حسن سلوک سے پیش آتے تھے۔ غزوہ احد میں ان کی شہادت پر آپ ﷺ بہت غمگین ہوئے اور بعد ازاں کثرت سے ان کی قبر پر جایا کرتے تھے۔

7۔ دوستوں کے ساتھ حسن سلوک:

اعلان نبوت سے پہلے آپ ﷺ کے دوستوں میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ضماد بن ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرفہرست ہیں۔ یہ تمام احباب نہایت ہی باوقار اور اعلیٰ اخلاق کے حامل تھے، آپ ﷺ کی اپنے دوستوں سے تجارتی تعلقات بھی تھے۔ حضرت قیس بن سائب مخزومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تجارت میں آپ ﷺ کے ساتھ شریک رہے، وہ خود بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کا معاملہ اپنے تجارتی شرکاء کے ساتھ ہمیشہ نہایت ہی صاف ستھرا رہتا تھا۔

8۔ حسن معاملات:

نبی کریم ﷺ کے حسن معاملہ کا یہ عالم تھا کہ جب قریش مکہ حجر اسود کی تنصیب (لگانے) کے موقع پر دست و گریباں ہونے کے قریب تھے تب آپ ﷺ نے حکمت عملی سے اتنے بڑے فتنہ و فساد سے تمام اہل مکہ کو بچالیا، حجر اسود کو ایک چادر میں رکھ کر ہر قبیلے کے معتبر افراد کو چادر پکڑنے کو کہا، جب تمام افراد نے چادر پکڑی تو آپ ﷺ نے حجر اسود کو اٹھا کر اپنی جگہ پر نصب فرما دیا۔

2۔ حضرت محمد ﷺ کا ذوق عبادت

مختصر سوالات کے جواب دیں۔

1۔ نبی کریم ﷺ عبادت کا کس قدر اہتمام فرماتے تھے؟ ایک مثال دیں۔

جواب: نبی کریم ﷺ اعلان نبوت سے پہلے بھی اللہ تعالیٰ کی بے حد عبادت فرماتے تھے۔ عبادت میں یکسوئی کے لیے آپ ﷺ غار حرا میں بھی تشریف لے جایا کرتے تھے۔ اسی غار میں عبادت کے دوران حضرت جبرائیل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے اور آپ ﷺ پر پہلی وحی نازل ہوئی۔

2۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے نبی کریم ﷺ کی رات کی عبادت کا کیا معمول بیان فرمایا ہے؟

جواب: سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ: "رسول اکرم ﷺ رات کے ابتدائی حصے میں سو جاتے تھے۔ پھر اٹھ کر قیام کرتے، سحری کرتے اور سحری کے قریب وتر پڑھتے، پھر اپنے بستر پر تشریف لاتے پھر جب اذان (فجر) سنتے تو تیزی سے نماز کی تیاری فرماتے۔"

3۔ نبی اکرم ﷺ نے عبادت میں میانہ روی کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو کیا نصیحت فرمائی؟

جواب: آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "عبادت بھی کرو اور آرام بھی، روزے بھی رکھو اور کھاؤ پیو بھی، کیونکہ تمہارے جسم کا بھی تم پر حق ہے، آنکھوں کا بھی تم پر حق ہے، تم سے ملاقات کے لیے آنے والوں کا بھی تم پر حق ہے۔ تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے۔"

(حصہ معروضی)

- 1- حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو
 - 2- کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں
 - 3- آنکھوں کی ٹھنڈک
 - 4- یک سوئی کے لیے
 - 5- ابتدائی حصے میں
- تفصیلی سوال کا جواب دیں۔

نبی کریم ﷺ کے ذوق عبادت اور عبادات میں میانہ روی اور اعتدال پر جامع نوٹ لکھیں۔

1- غار حرا میں عبادت:

نبی کریم ﷺ اعلان نبوت سے پہلے بھی اللہ تعالیٰ کی بے حد عبادت فرماتے تھے عبادت میں یکسوئی حاصل کرنے کے لیے آپ ﷺ لم غار حرا میں بھی تشریف لے جایا کرتے تھے اسی غار میں عبادت کے دوران میں حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور آپ ﷺ پر پہلی وحی نازل فرمائی۔

2- کثرت عبادت:

نماز اور کثرت عبادت کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کے پاؤں مبارک میں ورم آجاتے۔ آپ ﷺ سے عرض کیا گیا کہ آپ ﷺ وسلم اتنی تکلیف برداشت کرتے ہیں، حالانکہ آپ ﷺ گناہوں سے پاک ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں۔"

3- نماز سے محبت:

نماز تمام عبادات میں سے افضل عبادت ہے۔ نبی کریم ﷺ کو نماز سے اس قدر محبت تھی کہ آپ ﷺ نے نماز کو اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک قرار دیا ہے۔ کئی مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نماز میں خشوع و خضوع کی وجہ سے اتنا روتے ہیں کہ آپ ﷺ کے سینہ مبارک سے آواز آتی تھی۔

4- نبی کریم ﷺ کی عبادت کا معمول:

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ: "رسول اکرم ﷺ رات کے ابتدائی حصے میں سو جاتے تھے۔ پھر اٹھ کر قیام کرتے، سحری کرتے اور سحری کے قریب وتر پڑھتے، پھر اپنے بستر پر تشریف لاتے پھر جب اذان (فجر) سنتے تو تیزی سے نماز کی تیاری فرماتے۔"

5- رمضان المبارک کا آخری عشرہ:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب رمضان المبارک کا آخری عشرہ آتا تو حضور اکرم ﷺ عبادت کے لیے خود بھی کمر بستہ ہو جاتے اور اپنے گھر والوں کو بھی عبادت کے لیے جگاتے تھے۔

6- عبادت میں میانہ روی سے مراد:

دین اسلام عبادات میں بھی میانہ روی اور اعتدال کا حکم دیتا ہے۔ عبادت میں میانہ روی سے مراد یہ ہے کہ انسان اللہ کی عبادت بھی کرے، اس کے بندوں کے حقوق بھی ادا کرے، اور ساتھ ساتھ اپنی صحت اور ضرورتوں کا بھی خیال رکھے۔ انسان اگر زندگی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کے مطابق گزارتا ہے تو اس کا ہر لمحہ عبادت شمار ہو گا۔

7- عبادت میں میانہ روی کا حکم:

نبی کریم ﷺ نے عبادت میں میانہ روی اور اعتدال اپنانے کا حکم فرمایا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا: کیا یہ صحیح ہے کہ تم رات بھر عبادت کرتے ہو اور ہر دن روزہ رکھتے ہو؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں یہ صحیح ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ایسا نہ کرو، عبادت بھی کرو اور آرام بھی، روزے بھی رکھو اور کھاؤ پیو بھی، کیونکہ تمہارے جسم کا بھی تم پر حق ہے، آنکھوں کا بھی تم پر حق ہے، تم سے ملاقات کے لیے آنے والوں کا بھی تم پر حق ہے۔ تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے۔

3- حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی سخاوت و ایثار

مختصر سوالات کے جواب دیں۔

1- نبی کریم ﷺ کی سخاوت کی ایک مثال تحریر کیجیے۔

جواب: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ سے جو کچھ مانگا جاتا آپ ﷺ عطا فرمادیتے، ایک شخص حاضر ہوا اور سوال کیا تو آپ ﷺ نے اسے صدقہ کے مال میں سے اتنی بکریاں دینے کا حکم فرمایا کہ وہ دو پہاڑوں کے درمیان کو بھر دیتیں، وہ اپنی قوم کی طرف لوٹا اور کہنے لگا کہ اے میری قوم اسلام لے آؤ، بے شک محمد رسول اللہ ﷺ اس قدر عطا فرماتے ہیں کہ محتاجی کا خوف نہیں رہتا۔

2- حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی سخاوت کی ایک مثال بیان کریں۔

جواب: ایک بار سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روزے سے تھے، کہ افطار کے وقت سائل نے دستک دی کہ وہ بھوکا ہے تو سب کچھ اس کو عطا کر دیا اور خود پانی سے روزہ افطار کر کے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

3- غزوہ تبوک کے موقع پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کس طرح سخاوت کا مظاہرہ فرمایا؟

جواب: صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم دیوانہ وار آپ ﷺ کی ترغیب پر اپنا مال و اسباب آپ ﷺ کے قدموں میں ڈھیر فرمادیتے تھے۔ غزوہ تبوک نو ہجری کے موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا: آج کوئی ایسا شخص ہے جو لشکر کی تیاری میں میری مدد کرے تو میں اس کو جنت کی بشارت دیتا ہوں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا سب مال و اسباب آپ کی بارگاہ میں نچھاور کر دیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گھڑ کا نصف مال پیش کر دیا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سینکڑوں اونٹ، گھوڑے اور اشرفیاں بارگاہ رسالت میں پیش کر دیں۔

(حصہ معروضی)

1- کھلے دل سے خرچ کرنا

2- کسی کو علمی بات سمجھانا

3- سخاوت و ایثار

4- خود بھوکے رہے اور اس کو کھلایا

5- سخاوت

تفصیلی سوال کا جواب دیں۔

سیرت طیبہ سے سخاوت کو مثالوں سے واضح کریں۔

1- سخاوت کا معنی و مفہوم:

سخاوت کا معنی کھلے دل سے خرچ کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو مال عطا فرمایا ہے، اس میں سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اس کے بندوں پر مال خرچ کرنا سخاوت کہلاتا ہے۔ انسان اگر اپنی ضرورت اور حاجت کے باوجود خرچ کرے تو یہ بہترین سخاوت ہے، اسی کو ایثار کہا جاتا ہے۔

2- سخاوت و ایثار از روئے قرآن:

اللہ تعالیٰ نے ایثار کرنے والے لوگوں کو کامیاب قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"اور وہ اپنے آپ پر انہیں ترجیح دیتے ہیں اگرچہ خود انہیں شدید حاجت ہو۔"

3- سخاوت و ایثار از روئے حدیث:

نبی کریم ﷺ نے سخاوت کی اہمیت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

ترجمہ: سخی اللہ سے قریب ہے، جنت سے قریب ہے لوگوں سے قریب ہے اور کنجوس اللہ اور جنت سے دور اور آگ کے قریب ہے۔

4- سیرت طیبہ سے سخاوت کی مثالیں:

۱- حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ سے جو کچھ مانگا جاتا آپ ﷺ عطا فرمادیتے، ایک شخص حاضر ہوا اور سوال کیا تو آپ ﷺ نے اسے صدقے کے مال میں سے اتنی بکریاں دینے کا حکم فرمایا کہ وہ دو پہاڑوں کے درمیان کو بھر دیتیں، وہ اپنی قوم کی طرف لوٹا اور کہنے لگا کہ اے میری قوم اسلام لے آؤ، بے شک محمد رسول اللہ ﷺ اس قدر عطا فرماتے ہیں کہ محتاجی کا خوف نہیں رہتا۔

۲- حاجت مند کی ضرورت:

نبی کریم ﷺ کی سخاوت کا یہ عالم تھا کہ بعض اوقات اگر آپ ﷺ کے پاس کچھ بھی نہ ہوتا اور کوئی مانگنے والا آ جاتا تو اپنی ضمانت دے کر مطلوبہ شے کسی سے لے کر حاجت مند کی ضرورت پوری فرمادیتے۔ ایک شخص آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا کسی چیز کا سوال کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اس وقت میرے پاس کوئی شے نہیں ہاں تم میری ضمانت پر اپنے مطلوبہ اشیاء خرید لو جب ہمارے پاس کچھ آجائے گا ہم اس کی قیمت ادا کر دیں گے۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ رسول اللہ ﷺ سے کوئی چیز مانگی گئی ہو اور آپ ﷺ نے کبھی انکار کیا ہو۔

۳- سخاوت و ایثار کی ترغیب:

نبی کریم ﷺ اپنے قول اور عمل میں نہ صرف سخاوت کا خود ایک نمونہ تھے بلکہ آپ ﷺ اہل بیت اطہار رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو سخاوت اور ایثار کی ترغیب و تلقین بھی فرماتے تھے۔

۴- صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سخاوت:

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم دیوانہ وار آپ ﷺ کی ترغیب پر اپنا مال و اسباب آپ ﷺ کے قدموں پر ڈھیر فرمادیتے تھے۔ غزوہ تبوک 9 ہجری کے موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا: آج کوئی ایسا شخص ہے لشکر کی تیاری میں میری مدد کرے تو اس کو جنت کی بشارت دیتا ہوں، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سب مال و اسباب آپ کی بارگاہ میں نچھاور کر دیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گھر کا نصف مال پیش کر دیا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سینکڑوں اونٹ، گھوڑے اور اشرفیاں بارگاہ رسالت میں پیش کر دیں۔

۵- اہل بیت کی سخاوت:

اہل بیت اطہار رضی اللہ تعالیٰ عنہم سخاوت اور ایثار و قربانی کا پیکر تھے۔ ایک بار سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روزے سے تھے، کہ افطار کے وقت سائل نے دستک دی کہ وہ بھوکا ہے سب کچھ اس کو عطا کر دیا اور خود پانی سے روزہ افطار کر کے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

4- صلہ رحمی

مختصر سوالات کے جوابات دیں۔

1- نبی کریم ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو کس طرح صلہ رحمی کی تلقین فرماتے تھے؟ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واقعے

کی روشنی میں وضاحت کریں۔

جواب: نبی کریم ﷺ کے اسوہ حسنہ سے صلہ رحمی اور رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کی تربیت ملتی ہے۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنا ایک خوبصورت اور گھنا باغ راہ خدا میں وقف کرنا چاہتے تھے، نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ وہ اپنا باغ اپنے غریب رشتہ داروں کو دے دیں، چنانچہ انہوں نے وہ باغ اپنے عزیزوں اور اپنے چچا کے لڑکوں میں تقسیم کر دیا۔

2۔ صلہ رحمی کی کوئی سی دو صورتیں لکھیں۔

- جواب: ۱۔ اپنے قریبی رشتہ داروں کے ساتھ اچھے اور بہتر تعلقات قائم کرنا۔
 ۲۔ اگر مالی حوالے سے تنگ دست اور کمزور ہیں تو ان کی مدد کرنا اور ہر لحاظ سے ان کا خیال رکھنا۔
 3۔ صلہ رحمی کے دو فوائد اور قطع رحمی کے دو نقصانات تحریر کریں۔

جواب: صلہ رحمی کے دو فوائد:

- ۱۔ صلہ رحمی سے افراد میں باہمی محبت پیدا ہوتی ہے اور خاندانی نظام استحکام پاتا ہے۔
 ۲۔ معاشرتی امن کو فروغ ملتا ہے اور معاشرہ ترقی کی راہ پر چل پڑتا ہے۔
 قطع رحمی کے دو نقصانات:

- ۱۔ قطع رحمی سے افراد میں باہمی نفرت پروان چڑھتی ہے۔
 ۲۔ قطع رحمی سے خاندانی استحکام تہہ وبالا ہو جاتا ہے۔

4۔ صلہ رحمی خاندانی نظام کے استحکام کا باعث ہے، اپنے الفاظ میں بیان کریں۔

جواب: صلہ رحمی خاندانی نظام کی استحکام کا باعث ہے کیونکہ صلہ رحمی سے افراد میں باہمی محبت پیدا ہوتی ہے۔ معاشرتی امن کو فروغ ملتا ہے اور معاشرہ ترقی کی راہ پر چل پڑتا ہے۔

(حصہ معروضی)

- 1۔ رشتہ داروں کے ساتھ اچھے تعلقات قائم رکھنا
 2۔ صلہ رحمی کا
 3۔ قطع رحمی
 4۔ توڑنے والے سے تعلق جوڑے
 5۔ صلہ رحمی

تفصیلی سوال کا جواب دیں۔

صلہ رحمی کی اہمیت پر جامع نوٹ لکھیں۔

1۔ صلہ رحمی کا مفہوم:

"اپنے قریبی رشتہ داروں کے ساتھ اچھے اور بہتر تعلقات قائم کرنا، اگر مالی حوالے سے تنگ دست اور کمزور ہیں تو ان کی مدد کرنا اور ہر لحاظ سے ان کا خیال رکھنا" صلہ رحمی کہلاتا ہے۔

2۔ صلہ رحمی کی اہمیت قرآن کی روشنی میں:

- ۱۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:
 ترجمہ: "وہ لوگ جو اللہ سے کیے ہوئے وعدوں کو پورا کرتے ہیں اور وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتے اور جن رشتوں کو اللہ نے جوڑے رکھنے کا حکم دیا ہے یہ لوگ انہیں جوڑے رکھتے ہیں اور اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں۔"
 ۲۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:
 ترجمہ: "قربت والے کو، مسکین کو اور مسافر کو اس کا حق دو۔"

3۔ اسوہ نبوی ﷺ سے صلہ رحمی کی مثالیں:

۱۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ:

نبی کریم ﷺ نے حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ وہ اپنا باغ اپنے غریب رشتہ داروں کو دے دیں، چنانچہ انہوں نے وہ اپنا باغ اپنے عزیزوں اور چچا کے لڑکوں میں تقسیم کر دیا۔

۲۔ نوباتوں کا حکم:

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: میرے رب نے مجھے نوباتوں کا حکم دیا ہے۔ مخفی اور اعلانیہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا، غصہ میں ہوں یا خوشی میں ہمیشہ انصاف کی بات کہوں اور دونوں حالتوں میں اعتدال پر قائم رہوں، جو مجھ سے تعلق توڑے میں اس سے تعلق جوڑوں اور جو مجھے نہ دے میں اسے عطا کروں، جو مجھ پر ظلم کرے میں اسے معاف کر دوں۔ میری خاموشی فکر پر مبنی ہو، میرا بولنا یاد الہی کا بولنا ہو اور میرا دیکھنا عبرت کا دیکھنا ہو۔

۳۔ رزق اور عمر میں برکت:

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جو شخص یہ چاہے کہ اس کے رزق میں کشادگی ہو اور اس کی عمر دراز ہو اسے چاہیے کہ وہ صلہ رحمی کرے۔"

۴۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دوری:

حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے آپ ﷺ نے فرمایا آج کوئی قطع تعلقی کرنے والا ہمارے پاس نہ بیٹھے تو ایک نوجوان اس مجلس سے اٹھا۔ اس کا اپنی خالہ کے ساتھ کسی بات پر جھگڑا ہو گیا تھا اس نے ان سے معذرت کی اور پھر وہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "بے شک اللہ تعالیٰ کی رحمت اس قوم پر نازل نہیں ہوتی اس میں کوئی قطع تعلقی کرنے والا موجود ہو۔"

۵۔ نصرت الہی:

ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ میرے بعض رشتہ دار ایسے ہیں کہ میں ان سے تعلق جوڑتا ہوں وہ مجھ سے تعلق توڑتے ہیں۔ میں ان سے بھلائی کرتا ہوں وہ میرے ساتھ برائی کرتے ہیں۔ میں ان سے بردباری سے پیش آتا ہوں وہ میرے ساتھ جہالت سے پیش آتے ہیں۔ آپ ﷺ نے اس کی بات سن کر فرمایا: "اگر بات ایسے ہی ہے جیسے تم نے کہی تو تم ان کو جلتی ہوئی راکھ کھلا رہے ہو اور جب تک تم ایسا ہی کرتے رہو گے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے مقابلہ میں تمہارا ایک مددگار رہے گا۔"

۶۔ صلہ رحمی کا حکم:

ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرا ایک چچا زاد بھائی ہے میں اس کے پاس کوئی چیز مانگنے جاتا ہوں تو مجھے کچھ بھی نہیں دیتا نہ میرے ساتھ صلہ رحمی کرتا ہے پھر اس سے مجھ سے کوئی کام پڑ جاتا ہے تو وہ آکر مجھ سے کوئی چیز مانگتا ہے۔ میں نے قسم کھائی ہے کہ میں اسے کچھ بھی نہیں دوں گا اور نہ اس کے ساتھ صلہ رحمی کروں گا تو آپ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ میں اس کے ساتھ وہ کام کروں جو اچھا ہے یعنی اس سے صلہ رحمی کروں اور قسم کا کفارہ ادا کروں۔

۷۔ نبی کریم ﷺ کا وصف:

اعلان نبوت سے پہلے بھی نبی کریم ﷺ اپنے رشتہ داروں کا خصوصی طور پر خیال رکھتے اور ان کی مدد کرتے تھے۔ پہلی وحی کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ ﷺ کے جن اوصاف کو آپ کی صداقت کے طور پر پیش فرمایا ان میں سے ایک وصف صلہ رحمی بھی تھا۔

4۔ صلہ رحمی کے فوائد۔

- صلہ رحمی سے افراد میں باہمی محبت پیدا ہوتی ہے اور خاندانی نظام استحکام پاتا ہے۔
- صلہ رحمی سے معاشرتی امن کو فروغ ملتا ہے اور معاشرہ ترقی کی راہ پر چل پڑتا ہے۔

5۔ قطع رحمی کے نقصانات:

- قطع رحمی سے افراد میں باہمی نفرت پروان چڑھتی ہے جس سے معاشرہ مختلف مسائل کا شکار ہو جاتا ہے۔
- قطع رحمی سے خاندانی استحکام تہہ وبالا ہو جاتا ہے۔

5۔ خواتین کے ساتھ حسن سلوک

مختصر سوالات کے جوابات دیں۔

1۔ حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی آمد پر نبی کریم ﷺ ان کے ساتھ کس طرح حسن سلوک کرتے تھے؟

جواب: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتیں تو آپ ﷺ انہیں خوش آمدید کہتے ہوئے کھڑے ہو جاتے، ان کا ہاتھ پکڑتے، ان کی پیشانی کو بوسہ دیتے اور انہیں اپنی جگہ پر بٹھاتے۔

2۔ دو بیٹیوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے والے کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے کیا ارشاد فرمایا؟

جواب: آپ ﷺ نے فرمایا: "جس نے دو بیٹیوں کی پرورش کی یہاں تک کہ وہ بالغ ہو گئیں تو آپ ﷺ نے اپنی انگلیوں کو ملاتے ہوئے فرمایا کہ میں اور وہ قیامت کے دن اس طرح قریب ہوں گے۔"

3۔ معاشرتی زندگی میں خواتین کے احترام کے حوالے سے ہمیں کون سے اقدامات اٹھانے چاہیں؟

جواب: معاشرتی زندگی میں خواتین کے احترام کے حوالے سے ہمیں چاہیے کہ ہم خواتین کا احترام کریں۔ خواتین پر آوازیں کسنے، گھور کر دیکھنے، ان کا مذاق اڑانے، خواتین کے تعلیمی اداروں کے باہر غیر ضروری ٹہلنے اور ان کے راستوں میں بیٹھنے سے اجتناب کریں۔

(حصہ معروضی)

1۔ ماں 2۔ دو بیٹیوں کی اچھی تربیت کرنے والا 3۔ کھڑے ہو جاتے تھے

4۔ عورتوں کے ساتھ 5۔ اپنی چادر ان کے قدموں میں بچھائی

تفصیلی سوال کا جواب دیں۔

سیرت طیبہ کی روشنی میں خواتین کے ساتھ حسن سلوک پر جامع نوٹ تحریر کریں۔

1۔ اسلام سے قبل عورتوں کے ساتھ سلوک:

خواتین خاندان اور معاشرے کا ایک اہم حصہ ہیں۔ خواتین کو حقوق دیے بغیر معاشرہ ترقی نہیں کر سکتا۔ بد قسمتی سے مختلف تہذیبوں اور

معاشروں میں خواتین کو بہت سے حقوق سے محروم رکھا گیا اور ظلم و ستم کا نشانہ بنایا گیا۔

2- خواتین کے ساتھ حسن سلوک قرآن کی روشنی میں:

اسلام نے خواتین کے حقوق ادا کرنے اور ان سے حسن سلوک کا حکم فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں خواتین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ترجمہ: "اور ان کے ساتھ حسن سلوک کا برتاؤ کرو"۔

3- سیرت طیبہ کی روشنی میں عورتوں سے حسن سلوک:

۱- بیویوں کے ساتھ حسن سلوک:

نبی کریم ﷺ نے بیویوں کے ساتھ حسن سلوک اور اچھے برتاؤ کی وصیت فرمائی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: "تم میں سے بہترین وہ لوگ ہیں جو اپنی عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتے ہیں اور میں تم میں سے اپنے گھر والوں کے ساتھ بہترین برتاؤ کرنے والا ہوں"۔

۲- بیٹیوں کے ساتھ حسن سلوک:

ایک حدیث مبارک میں نبی کریم ﷺ نے ایسی شخص کو جنت میں اپنے ساتھ کی بشارت عطا فرمائی جو بیٹیوں کی اچھی پرورش کرتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "جس نے دو بیٹیوں کی پرورش کی یہاں تک کہ وہ بالغ ہو گئیں تو آپ ﷺ نے اپنی انگلیوں کو ملاتے ہوئے فرمایا کہ میں اور وہ قیامت کے دن اس طرح قریب ہوں گے"۔

۳- حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ حسن سلوک:

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو آپ ﷺ ان کو خوش آمدید کہتے ہوئے کھڑے ہو جاتے، ان کا ہاتھ پکڑتے، ان کی پیشانی کو بوسہ دیتے اور انہیں اپنی جگہ پر بٹھاتے۔

۴- حقیقی والدہ کے ساتھ حسن سلوک:

نبی کریم ﷺ نے ماں کو حسن سلوک کا سب سے زیادہ حق دار قرار دیا ہے۔ ایک موقع پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "ماں کی خدمت کو لازم پکڑو کیونکہ جنت اس کے قدموں میں ہے"۔

۵- رضاعی والدہ کے ساتھ حسن سلوک:

آپ ﷺ کی رضاعی والدہ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ ﷺ کے پاس آئیں تو آپ ﷺ نے ان کے احترام میں اپنی چادر بچھائی اور بہت دیر تک ان سے گفتگو فرماتے رہے۔

۶- خواتین کے لیے دن مقرر کرنا:

ایک مرتبہ خواتین نے حضور اکرم ﷺ سے عرض کیا کہ مرد آپ ﷺ سے زیادہ استفادہ کرنے کی وجہ سے ہم سے سبقت لے گئے ہیں۔ آپ ﷺ ہماری تربیت کے لیے کوئی دن مقرر فرما دیجئے۔ آپ ﷺ نے ان سے ایک دن کا وعدہ فرمایا۔ اس دن آپ ﷺ خواتین سے ملاقات فرماتے اور انہیں تعلیم دیتے۔

4- ہماری ذمہ داریاں:

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ہم پر یہ بات واضح ہوتی ہے خواتین کا احترام کریں۔ خواتین پر آواز کسنے، گھور کر دیکھنے، ان کا مذاق اڑانے، خواتین کے تعلیمی اداروں کے باہر غیر ضروری ٹہلنے اور ان کے راستوں میں بیٹھنے سے اجتناب کریں۔ عوامی مقامات پر شرم و حیا، تہذیب اور اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کریں اور ملازم پیشہ خواتین کا احترام کریں کیونکہ خواتین کے احترام کے بغیر کوئی معاشرت ترقی کے منازل طے نہیں کر سکتا۔

6- انداز تربیت

مختصر سوالات کے جوابات دیں۔

1- نبی کریم ﷺ مخاطب کے جذبات اور احساسات کے ساتھ اس کے مزاج اور نفسیات کا کس طرح خیال رکھتے تھے؟ مثال دے کر واضح کریں۔

جواب: حضور ﷺ مخاطب کے جذبات اور احساسات کے ساتھ اس کے مزاج اور نفسیات کا بھی لحاظ فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک شخص نے آپ ﷺ کی خدمت میں آکر عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! قیامت کب آئے گی؟ تو آپ ﷺ جواب دینے کے بجائے خود سوال کرتے ہیں: تو نے اس دن کے لیے کیا تیاری کر رکھی ہے؟ اس سوال کے ذریعے سے آپ ﷺ نے ایک حقیقت ذہن نشین کرائی کہ اصل مسئلہ یہ نہیں کہ قیامت کب آئے گی بلکہ اصل مسئلہ تو یہ ہے کہ قیامت کے لیے تم نے کیا تیاری کی ہے؟

2- نبی کریم ﷺ اصلاح و تربیت کے لیے کس طرح گفتگو فرماتے تھے؟

جواب: آپ ﷺ کے انداز تربیت کے نمایاں ترین اوصاف حکمت اور بصیرت ہیں۔ آپ ﷺ جب کسی کی تربیت فرما رہے ہوتے تو مخاطب کی استعداد اور صلاحیت کو سامنے رکھتے۔ بے محل گفتگو نہ فرماتے، موقع محل کا خصوصی لحاظ فرماتے۔

3- نبی کریم ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی کس طرح حوصلہ افزائی فرماتے تھے؟ مثال دے کر واضح کریں۔

جواب: نبی کریم ﷺ ہر بات موقع کی مناسب سے کرتے تھے۔ اچھے کام پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعریف کرتے اور ان کی حوصلہ افزائی فرماتے۔ ایک بار ایک شخص نبی کریم ﷺ سے ملاقات کے لیے آیا، آپ ﷺ نے دیکھا کہ اس کی ہتھیلیوں پر نشانات پڑ گئے ہیں، آپ ﷺ نے وجہ دریافت کی تو اس نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ میں ایک مزدور آدمی ہوں، اور سخت محنت کی وجہ سے یہ نشانات پڑ گئے ہیں، جب آپ ﷺ نے یہ بات سنی تو شفقت فرماتے ہوئے اس کے ہاتھ چوم لیے۔

(حصہ معروضی)

1- حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے 2- یمن 3- تم نے کیا تیاری کی ہے؟

4- مزدوری کرنے والے کے 5- تدریج کا

تفصیلی سوال کا جواب دیں۔

نبی کریم ﷺ کے انداز تربیت پر جامع نوٹ لکھیں۔

1- نبی کریم ﷺ کا انداز تربیت:

انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت کا مقصد انسانوں کے اخلاق اور رویوں کی اصلاح ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد (سوچی گئی) اس ذمہ داری کو بخوبی پورا فرمایا۔ آپ ﷺ نے اس قدر اچھے انداز میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تربیت فرمائی کہ وہ معاشرے کے بہترین انسان قرار پائے۔

2- انداز تربیت کی نمایاں خصوصیات:

نبی کریم ﷺ کے انداز تربیت کا یہ بنیادی اصول تھا کہ آپ ﷺ نے خود عمل کر کے دکھایا، اس کے بعد لوگوں نے اس کام کو اپنی زندگی کا

حصہ بنالیا۔

۱۔ حکمت و بصیرت:

آپ ﷺ کے انداز تربیت کے نمایاں ترین اوصاف حکمت اور بصیرت ہیں۔ آپ ﷺ جب کسی کی تربیت فرما رہے ہوتے تو مخاطب کی استعداد اور صلاحیت کو سامنے رکھتے۔ بے محل گفتگو نہ فرماتے، موقع محل کا خصوصی لحاظ فرماتے۔

۲۔ دل آزاری سے اجتناب:

آپ ﷺ کسی انسان کی غلطی پر کبھی اس کو سرعام نام لے کر یا بات ٹوک کر تربیت نہ فرماتے بلکہ نام لیے بغیر عمومی انداز میں نصیحت فرما دیتے۔

۳۔ نرمی اور محبت کا انداز:

اگر کبھی اس بات کی ضرورت ہوتی کہ غلطی پر فوراً براہ راست متنبہ (خبردار) کر دیا جائے تو انتہائی نرمی اور نہایت دل سوزی اور محبت کے انداز میں سمجھاتے تاکہ مخاطب حق بات قبول کرنے کے لیے آمادہ ہو جائے، چنانچہ ایک حدیث مبارکہ میں ذکر ہے کہ: ایک دیہاتی مسجد نبوی ﷺ کے گوشے میں پیشاب کرنے لگا حتیٰ کہ جب وہ پیشاب سے فارغ ہو گیا تو آپ ﷺ نے پانی کا ڈول طلب فرمایا جو پیشاب پر بہا دیا گیا۔ اس اعرابی صحابی نے دین کی سمجھ آ جانے کے بعد اپنا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا: میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں آپ اٹھ کر میرے پاس آئے، مجھے نہ ڈانٹا، نہ برا بھلا کہا، بس یہ فرمایا: یہ مسجد ایسی جگہ ہے کہ اس میں پیشاب نہیں کیا جاتا، یہ تو اللہ تعالیٰ کا ذکر اور نماز کے لیے تعمیر کی گئی ہے۔

۴۔ محبت و شفقت:

آپ ﷺ کا انداز لوگوں کے ساتھ کس قدر محبت آمیز اور مشفقانہ تھا اس کا اندازہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیان سے لگایا جاسکتا ہے، وہ کہتے ہیں: میں 10 برس تک حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں رہا، جو کام میں نے جس طرح بھی کر دیا، آپ نے یہ نہیں فرمایا: کہ یہ کیوں کیا؟ اگر کوئی کام نہ کر سکا تو یہ نہیں فرمایا یہ کیوں نہیں کیا؟

۵۔ جوامع الکلم:

اصلاح و تربیت کے سلسلہ میں آپ ﷺ کا ایک خاص اسلوب یہ بھی رہا ہے کہ آپ ﷺ زیادہ لمبی اور طویل وعظ و نصیحت سے گریز فرماتے تھے۔ نبی کریم ﷺ کا یہ حیرت انگیز اعجاز تھا کہ آپ بڑی بڑی باتوں کو مختصر سے جملوں میں بیان کر دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو "جوامع الکلم" کی خصوصی صفت عطا کی تھی۔

۶۔ اچھے کام پر حوصلہ افزائی:

نبی کریم ﷺ ہر بات مناسب موقع پر کرتے تھے۔ اچھے کام پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعریف کرتے اور ان کی حوصلہ افزائی فرماتے۔ ایک بار ایک شخص نبی کریم ﷺ سے ملاقات کے لیے آیا، آپ ﷺ نے دیکھا کہ اس کی ہتھیلیوں پر نشانات پڑے ہوئے ہیں، آپ ﷺ نے وجہ دریافت کی تو اس نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ میں ایک مزدور آدمی ہوں، کسب حلال کے لیے مجھے پتھر توڑنے پڑتے ہیں، اس سخت محنت کی وجہ سے یہ نشانات پڑ گئے ہیں، جب آپ ﷺ نے یہ بات سنی تو شفقت فرماتے ہوئے اس کے ہاتھ چوم لیے۔ ایسے اقدامات سے مخاطب کے دل میں محبت کے جذبات پیدا ہوتے ہیں جس سے وہ نہ صرف بات قبول کرنے پر آمادہ ہوتا ہے بلکہ وہ ہر حال میں اس پر گامزن رہتا ہے۔

۷۔ تدریج کا اہتمام:

حضور اکرم ﷺ ہر کام اور ہر معاملہ میں تدریج کا اہتمام فرماتے تھے، زیر تربیت افراد کی خوبیوں اور خامیوں کا اچھی طرح سے تجزیہ کر کے ایک خامی کو دور کرتے، ایک خوبی کو پروان چڑھاتے، مخاطب کی صلاحیت اور طاقت کے مطابق اسے احکام اسلامی کا پابند بناتے، اسی لیے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن روانہ کرتے وقت آپ ﷺ نے جو ہدایات فرمائی تھیں اس میں بھی تدریج کا اہتمام کرنے کا خصوصی ذکر فرمایا۔

3۔ رہنما اصول:

رسول اللہ ﷺ کے انداز تربیت میں والدین، اساتذہ کرام اور علماء کرام کے لیے رہنما اصول موجود ہیں۔ جن کو مشعل راہ بنا کر وہ نئی نسل کی بہترین تربیت کر سکتے ہیں اور ان کو معاشرے کا ایک کامیاب فرد بنا سکتے ہیں۔

اخلاق و آداب

باب چہارم:

شکر و قناعت، امانت و دیانت، اخلاص و تقویٰ، پردہ پوشی

مختصر سوالات کے جوابات دیں۔

1۔ نبی کریم ﷺ کی شکر گزاری کی ایک مثال تحریر کریں۔

جواب: نبی کریم ﷺ شکر گزاری کا عملی نمونہ تھے۔ آپ ﷺ کی سیرت طیبہ سے شکر اور قناعت کی مختلف صورتوں کی جھلک نظر آتی ہے۔ آپ ﷺ کو جب بھی کوئی نعمت حاصل ہوتی تو آپ ﷺ فوراً "الحمد لله" کہہ کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے۔

2۔ بددیانتی اور دھوکہ دہی کے کوئی سے دو نقصانات تحریر کریں۔

جواب: بددیانتی اور دھوکہ دہی سے انسانی معاشروں میں بد اعتمادی اور انتشار جیسے منفی رجحانات فروغ پاتے ہیں اور انسان کی تخلیق کے مقاصد پورے نہیں ہوتے اور انسان نہ صرف اشرف المخلوقات کے عظیم مرتبے سے نیچے گر جاتا ہے بلکہ جنت جیسی دائمی نعمت سے بھی محروم ہو جاتا ہے۔

3۔ رسول اللہ ﷺ کی اخلاص و تقویٰ کی ایک مثال بیان کریں۔

جواب: نبی کریم ﷺ اخلاص و تقویٰ اور دل جمعی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نماز میں رات بھر کھڑے رہے یہاں تک کہ آپ ﷺ کے دونوں پاؤں مبارک سوج گئے۔ آپ ﷺ سے عرض کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے تو آپ ﷺ کی اگلی پچھلی تمام خطائیں معاف کر دی ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا میں شکر گزار بندہ نہ ہوں؟

4۔ پردہ پوشی کے حوالے سے دور حاضر میں میڈیا کی کیا ذمہ داری ہے؟

جواب: دور حاضر کے جدید میڈیا پر عموماً پردہ پوشی کا خیال نہیں رکھا جاتا۔ جو چیز انسان دیکھتا ہے اس کو بغیر تحقیق کیے فوراً دوسرے لوگوں تک پہنچانا اپنا فرض سمجھتا ہے۔ اس طرح وہ دو طرح کے گناہوں میں ملوث ہو جاتا ہے۔ ایک گناہ جھوٹی خبر پھیلانے کا اور دوسرا گناہ دوسروں کے عیب اچھالنے کا۔ موبائل اور باہمی رابطہ کے جدید ذرائع کے استعمال پر پردہ پوشی کا خیال رکھنا انتہائی ضروری ہے تاکہ یہ چیزیں ہمارے لیے رحمت بنیں نہ کہ زحمت۔

(حصہ معروضی)

- 1۔ روزے دار کے 2۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے 3۔ دل کو 4۔ اجتماعی جرم کی

تفصیلی سوال کا جواب دیں۔

درج ذیل پر تفصیلی نوٹ لکھیں۔

شکر و قناعت، امانت و دیانت، اخلاص و تقویٰ، پردہ پوشی

1- شکر و قناعت

1- شکر و قناعت کا معنی و مفہوم:

شکر کا لغوی معنی احسان ماننا، قدر پہچاننا اور محسن کا احسان مانتے ہوئے اس کا صلہ ادا کرنا ہے۔ قناعت کا معنی قسمت پر راضی رہنا ہے۔ اصطلاحی معنی میں قناعت سے مراد یہ ہے کہ "انسان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو رزق دیا جا رہا ہے اس پر راضی رہے۔"

2- شکر کی اہمیت از روئے قرآن:

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں شکر کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

ترجمہ: اگر تم شکر کرو گے تو یقیناً میں تمہیں اور زیادہ عطا فرماؤں گا۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

ترجمہ: اگر تم اللہ کی عبادت کرتے ہو تو اس کا شکر ادا کرو۔

3- شکر کی اہمیت از روئے حدیث:

نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ وہ انسان کامیاب و بامراد ہو گیا جو مسلمان ہو گیا اور اسے گزر بسر کی بقدر روزی ملی اور اللہ تعالیٰ نے اسے جو دیا اس پر قناعت کی توفیق بخشی۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جس شخص کو کوئی چیز ملے اور وہ اس کا تذکرہ کرے تو اس نے اس کا شکر ادا کر دیا اور جس نے اسے چھپایا تو اس نے ناشکری کی۔"

ایک دوسرے مقام پر شکر کے اجر کے متعلق نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"کھانا کھا کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے والا (اجر و ثواب میں) صبر کرنے والے روزے دار کے برابر ہے۔"

4- سیرت طیبہ سے شکر و قناعت کی مثال:

نبی کریم ﷺ شکر گزاری کا عملی نمونہ تھے۔ آپ ﷺ کی سیرت طیبہ سے شکر و قناعت کی مختلف صورتوں کی جھلک نظر آتی ہے۔ آپ ﷺ کو جب بھی کوئی نعمت حاصل ہوتی تو آپ ﷺ فوراً "الحمد لله" کہہ کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے۔

5- شکر گزار بننے کا طریقہ:

عملی زندگی میں شکر گزار بننے کا طریقہ یہ ہے کہ انسان مال، حسن و جمال، رزق اور دیگر نعمتوں میں اپنے سے کم تر درجے والے کو دیکھے، تاکہ اسے احساس ہو کہ مجھے میرے رب نے زیادہ عطا کیا ہے۔ یہی جذبات اس کو شکر کی طرف لے آتے ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے خالق و مالک کا شکر ادا کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے محسن اور خیر خواہ لوگوں کا بھی شکر ادا کریں، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"جس نے لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کیا، اس نے اللہ کا شکر ادا نہیں کیا۔"

6- انسانوں کے شکر کا طریقہ:

انسانوں کے شکریہ کا بہترین طریقہ ان کی نیکی اور بھلائی کے جواب میں "جزاك الله خيرا" کہنا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"جس شخص کے ساتھ کوئی بھلائی کی گئی اور اس نے بھلائی کرنے والے سے "جزاك الله خيرا" (اللہ تعالیٰ تم کو بہتر بدلہ دے) کہا اس نے اس کی پوری پوری تعریف کر دی۔

2۔ امانت و دیانت

1۔ امانت و دیانت سے مراد:

امانت و دیانت سے مراد کسی بھی شے اور کام کو اس کے درست تقاضوں کے مطابق انجام دینا ہے۔ امانت و دیانت کا تعلق صرف مال سے نہیں ہے بلکہ اسلام میں اس کا تصور نہایت وسیع ہے اور امانت و دیانت کا تعلق زندگی کے ہر شعبے سے ہے۔

2۔ امانت کی اہمیت از روئے قرآن:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے حقداروں کی سپرد کرو۔"

3۔ امانت کی اہمیت از روئے حدیث:

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"اس شخص کا کوئی ایمان نہیں جو امانت دار نہیں۔"

4۔ امانت داری کا عملی نمونہ:

نبی کریم ﷺ امانت داری کا عملی نمونہ تھے۔ اس لیے دشمن بھی آپ ﷺ کو صادق اور امین کہہ کر پکارتے تھے۔ ہجرت مدینہ کی رات تک اہل مکہ کی امانتیں آپ ﷺ کے پاس تھیں جو آپ ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے کیں اور مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی۔

5۔ امانت کی اقسام:

۱۔ حق حکمرانی:

امانتوں کی ادائی کا سلسلہ حکمران وقت سے شروع ہو کر ایک خادم تک آتا ہے، حکمران اپنے فرائض ادا کریں، رعایہ کی حفاظت کریں، عدل قائم کریں، اور اہل لوگوں کو ذمہ داریاں سونپیں۔

۲۔ علماء کی ذمہ داری:

علمائے دین حق لوگوں کو پہنچانے کی امانت ادا کریں۔

۳۔ مالداروں اور ملازمین کی ذمہ داری:

مالدار اپنی مالوں میں سے غریبوں کی مدد کا حق ادا کریں، ملازمت پیشہ افراد دفاتر میں اپنے اوقات کی پابندی کریں۔

۴۔ امانت کا تقاضا:

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"امانت کا تقاضا یہ ہے کہ جس کی امانت ہے اس کو ادا کر دی جائے اور جو خیانت کرے اس کے ساتھ بھی خیانت نہ کی جائے۔"

۵۔ زندگی کی حفاظت:

انسان کی زندگی ایک بہت بڑی امانت ہے، اسی وجہ سے اپنی زندگی کو بھی ختم کرنے کا اختیار انسان کے پاس نہیں ہے۔ اپنے جسم کو جان بوجھ کر

کسی قسم کا نقصان پہنچانا یا خودکشی کرنا حرام ہے۔

۶۔ راز کی حفاظت:

کسی کے راز کو افشا (ظاہر) نہ کرنا بھی امانت داری ہے۔ مشورہ بھی امانت ہوتا ہے لہذا ہمیشہ کسی کو اچھا مشورہ دینا چاہیے اگر کوئی شخص کسی کے پاس کوئی چیز امانت رکھواتا ہے تو امین اس امانت کو استعمال نہیں کر سکتا۔ مجلس میں جو بات کہی جائے وہ اس مجلس کی امانت ہے۔ اہل مجلس کی اجازت کے بغیر مجلس کی باتوں کو دوسروں سے بیان کرنا اور پھیلانا جائز نہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جب کوئی آدمی تم سے کوئی بات بیان کرے پھر اسے راز میں رکھنے کے لیے دائیں بائیں مڑ کر دیکھے تو وہ بات تمہارے پاس امانت ہے۔"

6۔ امانت داری کے فوائد:

اگر انسان ایک دوسرے کے ساتھ امانت و دیانت والے معاملات کرتے رہیں گے تو معاشرہ پر سکون رہے گا اور لوگوں میں اعتماد کی فضا بحال رہے گی۔

7۔ بددیانتی کے نقصانات:

بددیانتی اور دھوکہ دہی سے انسانی معاشروں میں بد اعتمادی اور انتشار جیسے منفی رجحانات فروغ پاتے ہیں اور انسان کی تخلیق کے مقاصد پورے نہیں ہوتے اور انسان نہ صرف اشرف المخلوقات کے عظیم مرتبے سے نیچے گر جاتا ہے، بلکہ جنت جیسی دائمی نعمت سے بھی محروم ہو جاتا ہے۔

3۔ اخلاص و تقویٰ

1۔ اخلاص کا معنی و مفہوم:

اخلاص کا معنی ہے، خالص بنانا، صاف کرنا۔ اخلاص سے مراد ہر عمل کا اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہونا ہے۔

2۔ اخلاص کی اہمیت از روئے قرآن:

قرآن مجید میں نیکی کی قبولیت کی شرط اخلاص کو قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: "اور انہیں یہی حکم دیا گیا تھا کہ وہ صرف اللہ کی عبادت کریں اور اس کے لیے دین کو خالص کرتے ہوئے بالکل یک سو ہو کر۔"

3۔ اخلاص کی اہمیت از روئے حدیث:

اخلاص کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

ترجمہ: "تمام اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے۔"

4۔ تقویٰ کا مفہوم:

تقویٰ کا لفظی معنی ہے: ڈرنا، پرہیز گاری اختیار کرنا۔ تقویٰ انسان کے دل کی ایسی حالت کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ کے ڈر کی وجہ سے اسے نیکی پر آمادہ کرتی ہے اور گناہ سے روکتی ہے۔

5۔ تقویٰ کی اہمیت:

تقویٰ کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے بے شمار مقامات پر ایمان والوں کو مخاطب کر کے تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔ قرآن مجید میں عزت کا معیار تقویٰ کو قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: "بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہو۔"

6۔ تقویٰ کا اصل مقام:

حضور ﷺ نے تقویٰ کا اصل مقام دل کو قرار دیا ہے۔ گویا اگر دل میں تقویٰ ہے تو انسان کے اعمال بھی درست ہوں گے اور اگر دل تقویٰ کی دولت سے محروم ہیں تو اعمال بھی بگاڑ کا شکار ہو جائیں گے۔ جب انسان میں تقویٰ پیدا ہوتا ہے تو اس کا لازمی نتیجہ اخلاص نیت کی صورت میں نکلتا ہے۔

7۔ مال و دولت کی پیشکش:

اہل مکہ نے رسول اللہ ﷺ کو مال و دولت اور سرداری کی پیشکش کی۔ لیکن آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ان تمام چیزوں کو ٹھکرا دیا جو اہل مکہ نے آپ ﷺ کے چچا حضرت ابوطالب سے کہا کہ وہ آپ ﷺ کو اسلام کی تبلیغ سے روکیں۔ جب آپ ﷺ کے چچا نے آپ ﷺ سے اس بارے میں بات کی تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا:

"چچا جان! اللہ کی قسم! اگر یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند بھی رکھ دیں کہ میں یہ کام چھوڑ دوں تب بھی میں دعوت دین سے باز نہیں آؤں گا یہاں تک کہ اللہ اس دین کو غالب کر دے یہ اسی راہ میں میری جان چلی جائے۔"

8۔ اخلاص و تقویٰ کا عالم:

نبی کریم ﷺ اخلاص و تقویٰ اور دل جمائی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نماز میں رات بھر کھڑے رہے یہاں تک کہ آپ ﷺ کے دونوں پاؤں سوج گئے۔ آپ ﷺ سے عرض کیا گیا کیا اللہ تعالیٰ نے تو آپ ﷺ کی اگلی پچھلی تمام خطائیں معاف کر دی ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا میں شکر گزار بندہ نہ ہوں؟

9۔ حاصل کلام:

اخلاص و تقویٰ اختیار کرنے سے اعمال قبول بھی ہوں گے اور ان کی لذت میں بھی اضافہ ہوگا۔ جب انسان نیکی کا عمل اخلاص و تقویٰ کے ساتھ کرتا ہے تو اس کے لیے نیکی کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ جب کوئی نیکی لوگوں کو دکھانے کے لیے کی جاتی ہے تو وہ مشکل لگتی ہے، اس کی لذت ختم ہو جاتی ہے۔

4۔ پردہ پوشی

1۔ پردہ پوشی کا معنی و مفہوم:

پردہ پوشی کا معنی ہے: کسی کے عیبوں پر پردہ ڈالنا، دین اسلام ہمیں یہ تعلیم دیتا ہے کہ ہم کسی کے عیب جاننے کی کوشش نہ کریں۔ اگر ہمیں کسی کا عیب معلوم ہو جائے تو اسے چھپانے کی کوشش کریں، نہ اس شخص کو طعنہ دیں اور نہ اس کا مذاق اڑائیں۔

2۔ پردہ پوشی قرآن کی روشنی میں:

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں لوگوں کے عیب تلاش کرنے سے منع فرمایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: اور نہ (کسی کے متعلق) جاسوسی کرو۔

3۔ پردہ پوشی حدیث کی روشنی میں:

نبی کریم ﷺ نے دوسروں کے عیبوں پر پردہ ڈالنے کو بہت بڑی نیکی قرار دیا ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی مسلمان کے عیب چھپائے اللہ قیامت کے دن اس کے عیب چھپائے گا۔

4۔ اجتماعی مفاد کا خیال:

ہمیں دوسروں کے عیبوں پر پردہ ڈالنا چاہیے۔ لیکن اگر کوئی ایسا اجتماعی جرم ہے جس سے معاشرے کے افراد کا انفرادی یا اجتماعی نقصان ہو رہا ہو تو اجتماعی مفاد کا خیال رکھتے ہوئے متعلقہ لوگوں کو آگاہ کر دینے کو بھی اسلام قدر اور تحسین کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔

5۔ ذاتی عیب پر پردہ پوشی:

پردہ پوشی صرف دوسرے شخص کے عیب ہی کی نہیں ہوتی بلکہ انسان کا خود اپنے عیب چھپانا بھی پردہ پوشی میں شامل ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری تمام امت کو گناہوں پر معافی ملے گی سوائے ان لوگوں کے جو اپنے گناہوں کا اعلان کرنے والے ہیں۔

6- عیب تلاش کرنے کی ممانعت:

ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ ممبر پر تشریف لائے بلند آواز سے لوگوں کو پکارا اور ارشاد فرمایا: مسلمانوں کو تکلیف مت دو ان کو عار مت دلاؤ (شرمندہ مت کرو) اور ان کے عیب تلاش نہ کرو اس لیے کہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کے عیب تلاش کرتا ہے اللہ اس کے عیب تلاش کرتا ہے اور اللہ جس کے عیب تلاش کرتا ہے اسے ذلیل و رسوا کر دیتا ہے۔

7- حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا طرز عمل:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک بوڑھے شخص کے بارے میں معلوم ہوا کہ وہ شراب پیتا ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کا یہ عیب کسی کو نہ بتایا۔ پھر کچھ عرصے بعد وہ شخص آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے بتایا کہ میں اس عمل سے توبہ کر چکا ہوں اور شراب چھوڑ دی ہے۔

8- میڈیا کا کردار:

دور حاضر کے جدید میڈیا پر عموماً پردہ پوشی کا خیال نہیں رکھا جاتا۔ جو چیز انسان دیکھتا ہے اس کو بغیر تحقیق کیے فوراً دوسرے لوگوں تک پہنچانا اپنا فرض سمجھتا ہے۔ اس طرح وہ دو طرح کے گناہوں میں ملوث ہو جاتا ہے۔ ایک گناہ جھوٹی خبر پھیلانے کا اور دوسرا گناہ دوسروں کے عیب اچھالنے کا۔ موبائل اور باہمی رابطہ کی جدید ذرائع کے استعمال پر پردہ پوشی کا خیال رکھنا انتہائی ضروری ہے تاکہ یہ چیزیں ہمارے لیے رحمت بنے نہ کہ زحمت۔

9- پردہ پوشی اختیار نہ کرنے کے نقصانات:

پردہ پوشی اختیار نہ کرنے کے بہت سے دنیاوی اور اخروی نقصانات ہیں۔ اس سے معاشرے میں بے چینی بڑھتی ہے۔ باہم نفرت پیدا ہونے کے ساتھ ساتھ دشمنی کی فضا بھی پروان چڑھتی ہے۔

بری عادات سے اجتناب

تکبر، حسد، جھوٹ، غیبت اور بہتان

مختصر سوالات کے جوابات دیں۔

1- تکبر کی کوئی سے دو نقصانات بیان کریں۔

جواب: تکبر کی وجہ سے انسان نہ صرف جھوٹ، غیبت اور خود پسندی جیسی اخلاقی برائیوں کا شکار ہو جاتا ہے بلکہ وہ اطمینان قلب جیسی عظیم نعمت سے محروم ہو جاتا ہے۔

2- رشک اور حسد میں فرق واضح کریں۔

جواب: حسد سے مراد وہ کیفیت ہے، جس میں ایک انسان کسی دوسرے کے پاس اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی نعمت پر خوش نہیں ہوتا، بلکہ یہ خیال کرتا ہے کہ کاش اس کے پاس یہ نعمت نہ ہوتی یا کاش دوسرے سے یہ نعمت چھین لی جائے، لیکن اگر کوئی شخص یہ سوچتا ہے کہ جو نعمت دوسرے کسی شخص کے پاس ہے، کاش میرے پاس بھی ہوتی تو اس کو رشک کرنا کہتے ہیں۔

3- جھوٹ کی چار مختلف صورتیں تحریر کریں۔

جواب: جھوٹ کی چار مختلف صورتیں درج ذیل ہیں:

۳- کسی پر جھوٹا مقدمہ بنادینا

۲- مذاق میں جھوٹ بولنا

۱- جھوٹی سفارش کرنا

۴۔ کوئی چیز فروخت کرتے ہوئے جھوٹ بولنا

4۔ "غیبت اور بہتان باہمی تعلقات کی خرابی اور معاشرتی بگاڑ کی جڑ ہیں" وضاحت کریں۔

جواب: غیبت اور بہتان کی وجہ سے معاشرے میں کینے اور دشمنی کو فروغ ملتا ہے، ایک دوسرے کے بارے میں دل میں نفرت پیدا ہوتی ہے۔ دور حاضر میں بہت سے لوگ غیبت کی خوفناک آفت کی لپیٹ میں ہیں۔ اس گناہ کی وجہ سے آج گھر میدان جنگ بنے ہوئے ہیں۔ خاندانوں، محلوں اور بازاروں میں نفرت کی دیواریں کھڑی ہو گئی ہیں۔

(حصہ معروضی)

4۔ غیبت کو

3۔ جھوٹ بولنا

2۔ حسد

1۔ تکبر کی وجہ سے

تفصیلی جواب دیں۔

درج ذیل پر نوٹ لکھیں۔

تکبر، حسد، جھوٹ، غیبت اور بہتان

1۔ تکبر

1۔ تکبر کا مفہوم:

تکبر حق کی مخالفت اور دوسرے لوگوں کو حقیر جاننے کا نام ہے۔ انسان کی باطنی بیماریوں میں تکبر بہت بری اور بڑی بیماری ہے۔ اس بیماری میں مبتلا شخص کو متکبر اور مغرور کہا جاتا ہے، اس طرح کا شخص گویا کہ خود کو دھوکا دے رہا ہوتا ہے۔

2۔ قرآن مجید میں تکبر کی مذمت:

۱۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں تکبر کرنے والوں سے ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

ترجمہ: "بے شک وہ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا"۔

۲۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: "اور یاد کرو جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب فرشتوں نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے اس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور وہ کافروں میں سے ہو گیا"۔

3۔ حدیث میں تکبر کی مذمت:

ارشاد نبوی ﷺ ہے:

"جس شخص کے دل میں رائی کے دانے برابر بھی تکبر ہوگا، وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا"۔

4۔ تکبر کی اقسام:

تکبر کی تین مختلف صورتوں میں سر فہرست اللہ تعالیٰ کے ساتھ خود کو شریک ٹھہرانا ہے جیسے فرعون اور نمرود نے رب ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ انبیاء کرام و رسول علیہم السلام کے مقابلے میں خود کو بڑا سمجھا جائے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبعوث کی گئی ان معصوم شخصیات سے بغض رکھا جائے اور ان کی اطاعت و پیروی نہ کی جائے۔ جس طرح بغض اہل مکہ نے نبی کریم ﷺ کی نبوت کا صرف اس لیے انکار کیا کہ بنو ہاشم کے خاندان میں جناب عبد اللہ کے گھر پیدا ہونے والا ایک یتیم بچہ بڑا ہو کر کس طرح نبوت کا دعویٰ دار ہو سکتا ہے؟ تکبر کی تیسری صورت یہ ہے کہ دوسرے انسانوں سے اپنی ذات کو افضل قرار دیا جائے اور انسانی مساوات کے تصور کو بھی قبول نہ کیا جائے۔

5- تکبر کے اسباب:

انسان کثرت علم، عبارت و ریاضت، مال و دولت، حسب و نسب، عہدہ و منصب، کامیابی و کامرانی، حسن و جمال اور طاقت و قوت کی وجہ سے تکبر میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ تکبر کرنے والا شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

6- تکبر کی صورتیں:

غرور و تکبر کی مختلف صورتیں ہیں، جیسے حق بات کا انکار کرنا، دوسروں کو حقیر جاننا اور زمین پر اکڑا کر چلنا، کپڑے زمین پر گھیٹتے ہوئے چلنا، اپنے سے کم مال و دولت والے کے پاس بیٹھنے سے نفرت کرنا، اس کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھانے کو ناپسند کرنا اور اپنے آپ کو دوسروں سے افضل سمجھنا جیسا کہ شیطان نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے باوجود حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔

7- تکبر کے نقصانات:

تکبر کی وجہ سے انسان نہ صرف جھوٹ، غیبت اور خود پسندی جیسی اخلاقی بیماریوں کا شکار ہو جاتا ہے بلکہ وہ اطمینان قلب جیسی عظیم نعمت سے محروم ہو جاتا ہے۔

8- تکبر سے محفوظ رہنے کا طریقہ:

تکبر سے محفوظ رہنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی معرفت (پہچان) حاصل کریں اور انبیاء کرام علیہم السلام کی تعلیمات پر عمل کریں، تاکہ ہم دنیا اور آخرت میں کامیاب ہو سکیں اور ہمارا معاشرہ امن و سلامتی کا گہوارہ بن سکے۔

2- حسد

1- حسد اور رشک سے مراد:

حسد سے مراد وہ کیفیت ہے، جس میں ایک انسان کسی دوسرے کے پاس اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی نعمت پر خوش نہیں ہوتا، بلکہ یہ خیال کرتا ہے کہ کاش اس کے پاس یہ نعمت نہ ہوتی یا کاش دوسرے سے یہ نعمت چھین لی جائے، لیکن اگر کوئی شخص یہ سوچتا ہے کہ جو نعمت دوسرے کسی شخص کے پاس ہے کاش میرے پاس بھی ہوتی تو اس کو رشک کرنا کہتے ہیں۔

2- حسد کی مذمت از روئے قرآن:

قرآن و سنت میں حسد کو پسند نہیں کیا گیا لیکن رشک کی اجازت دی گئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"اور حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرنے لگے۔"

3- حسد کی مذمت از روئے حدیث:

نبی کریم ﷺ نے حسد سے بچنے کی تلقین کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"حسد سے بچو، حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔"

4- رشک کی جائز صورتیں:

رشک کرنا حرام نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں اور کسی کی اچھی عادت اور عمل کو رشک کی نگاہ سے دیکھنا جائز ہے۔ نبی کریم ﷺ نے رشک کے جائز ہونے کے حوالے سے ارشاد فرمایا:

"رشک کے قابل تو دو آدمی ہیں ایک وہ جسے اللہ نے قرآن دیا اور وہ اس کی دن رات تلاوت کرتا رہتا ہے۔ اور دوسرا وہ جسے اللہ نے مال دیا ہو اور اس سے اللہ کی راہ میں دن رات خرچ کرتا رہا۔"

5- حسد کی وجوہات:

دعائے کرنا، محنت نہ کرنا، حب دنیا، مال اور عہدے کا لالچ

6- حسد کے نقصانات:

حسد کا تعلق دل سے ہے افعال سے نہیں ہے لہذا جو شخص کسی بھی مسلمان کی برائی چاہے، وہ حاسد ہے۔ بعض اوقات انسان اس حد تک گرجاتا ہے کہ حسد کی وجہ سے قتل و غارت پر بھی اتر آتا ہے۔ جس طرح قاتیل نے حسد کرتے ہوئے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کر دیا تھا۔ حاسد اپنی تخلیق کا مقصد بھی کھو بیٹھتا ہے اور مایوسی کی دلدل میں دھنستا چلا جاتا ہے، جیسا کہ یہود مدینہ محض حسد کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے سے محروم رہے۔

7- حسد سے بچنے کا سنت طریقت:

نبی کریم ﷺ رات کو سونے سے پہلے حسد سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ کر سوتے تھے، آپ ﷺ معوذتین (سورۃ الفلق اور سورۃ الناس) اور آیت الکرسی پڑھتے اور اپنے ہاتھ پر پھونک مار کر پورے جسم پر مل لیتے تھے۔

3- جھوٹ**1- جھوٹ کا معنی و مفہوم:**

جھوٹ کو عربی زبان میں کذب کہا جاتا ہے۔ جھوٹ سے مراد ایسی بات یاد عویٰ ہے جو حقیقت کے خلاف ہو اور اسے جان بوجھ کر کسی کو گمراہ کرنے یا دھوکہ دینے کی غرض سے بیان کیا جائے۔

2- قرآن کی روشنی میں جھوٹ کی مذمت:

۱- تمام مہذب معاشروں اور آسمانی تعلیمات میں جھوٹ کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: "اور جھوٹی باتوں سے پرہیز کرو۔"

۲- اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں سچ بولنے والے مردوں اور سچ بولنے والی عورتوں سے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے۔

3- حدیث کی روشنی میں جھوٹ کی مذمت:

ایک مرتبہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کیا مومن بخیل ہو سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں ہو سکتا ہے۔ پھر انہوں نے پوچھا کیا مومن بزدل ہو سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں ہو سکتا ہے۔ پھر انہوں نے پوچھا کیا مومن جھوٹا ہو سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں مومن جھوٹا نہیں ہو سکتا۔

4- صادق اور امین:

آپ ﷺ تجارت اور دیگر معاملات زندگی میں اس قدر سچائی اور دیانت داری سے کام لیتے کہ اہل عرب آپ ﷺ کو صادق اور امین کے لقب سے یاد کرتے تھے۔

5- اہل بیت اور صحابہ کرام کی جھوٹ سے نفرت:

اہل بیت اطہار رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہمیشہ سچ بولتے تھے اور جھوٹ سے شدید نفرت کرتے تھے۔ نبی کریم ﷺ کے فیض یافتہ یہ لوگ جھوٹ سے کس قدر اجتناب کرتے تھے، اس کا اندازہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس فرمان سے ہو سکتا ہے، وہ فرماتے تھے:

ترجمہ: "اللہ کی قسم! ہم کبھی جھوٹ نہ بولتے تھے اور ہمیں تو معلوم ہی نہ تھا کہ جھوٹ ہوتا کیا ہے۔"

6۔ جھوٹ کی صورتیں:

جھوٹ کا تعلق صرف زبان سے ہی نہیں ہے بلکہ تندرست انسان کا اپنی بیماری کی جھوٹی درخواست دینا، جعلی میڈیکل سرٹیفکیٹ بنوانا، جھوٹی سفارش کرنا، مذاق میں جھوٹ بولنا، کسی پر جھوٹا مقدمہ بنادینا، کوئی چیز فروخت کرتے ہوئے جھوٹ بولنا، کسی کی غلط حاضری لگانا، موبائل یا سوشل میڈیا کے ذریعے سے جھوٹی بات کی تشہیر کرنا اور اس طرح کی دیگر تمام چیزیں جھوٹ میں داخل ہیں۔

7۔ جھوٹ کے نقصانات:

جھوٹ کے چند نقصانات درج ذیل ہیں:

- جھوٹ تمام برائیوں کی جڑ ہے۔
- اللہ تعالیٰ جھوٹے آدمی کی دعا قبول نہیں فرماتا اور نہ اس کے رزق میں برکت فرماتا ہے۔
- جھوٹ بولنے والے کو نہ اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے اور نہ ہی لوگ پسند کرتے ہیں۔
- جھوٹ بولنے والا معاشرے میں اپنی عزت کھودیتا ہے۔
- جھوٹ بولنے والا اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم رہتا ہے۔
- جھوٹ بولنے والے کو خود پر بھی اعتماد نہیں رہتا اور وہ اپنی نظر میں بھی گر جاتا ہے۔

4۔ غیبت اور بہتان

1۔ غیبت اور بہتان کا مفہوم:

کسی شخص میں پائی جانے والی برائی کو اس کی غیر موجودگی میں بیان کرنا غیبت کہلاتا ہے۔ کسی شخص میں نہ پائی جانے والی برائی کو اس کی غیر موجودگی میں بیان کرنا بہتان کہلاتا ہے۔

2۔ قرآن کی روشنی میں غیبت اور بہتان کی حرمت:

۱۔ ہلاکت کا اعلان:

قرآن مجید میں غیبت کرنے اور طعنہ دینے والے کے لیے ہلاکت کا اعلان کیا گیا ہے کسی کے سامنے اس کی برائی بیان کرنے کو طعنہ اور طعنہ کہتے ہیں۔ کسی کو طعنہ دینا اور طعنہ کرنا بھی حرام ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: "ہر ایسے شخص کے لیے ہلاکت ہے جو (آمنے سامنے) طعنہ دینے والا اور (پیچھے پیچھے) عیب نکالنے والا ہو۔"

۲۔ مردہ بھائی کا گوشت کھانے سے تشبیہ:

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں غیبت کو حرام قرار دیا ہے اور اسے مردہ بھائی کا گوشت کھانے سے تشبیہ دی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: "اور نہ ایک دوسرے کی غیبت کرو کیا تم میں سے کوئی شخص پسند کرے گا کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے پس اس سے تو تم انتہائی نفرت کرتے ہو۔"

3۔ حدیث مبارکہ کی روشنی میں غیبت اور بہتان کی حرمت:

۱۔ بدگمانی اور عیب جوئی سے اجتناب:

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مسلمانوں کی بدگوئی نہ کیا کرو نہ ان کے عیب تلاش کرنے کی کوشش کرو جو ان کے عیب تلاش کرنے کی کوشش کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے عیب تلاش کرے گا اور جس کے عیب اللہ تعالیٰ تلاش کرے گا اس سے اس کے گھر کے اندر رسوا کر دے گا۔

۲۔ عذاب قبر:

ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ دو قبروں کے پاس سے گزرے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ انہیں عذاب ہو رہا ہے، ان میں سے ایک کو تو اس لیے عذاب ہو رہا ہے کہ پیشاب کرتے ہوئے پاکی کا خیال نہیں رکھتا تھا اور دوسرے کو اس لیے عذاب ہو رہا ہے کیونکہ وہ لوگوں کی غیبت کرتا تھا۔

4۔ غیبت اور بہتان سے بچنے کے طریقے:

غیبت سے بچنے کے طریقے درج ذیل ہیں:

- ۱۔ ہم زبان کی حفاظت کریں۔
- ۲۔ ہمارے دل میں یہ یقین ہونا چاہیے کہ ہمیں قیامت کے دن اپنے ہر قول و فعل کا حساب دینا ہو گا۔
- ۳۔ ہمیں ایسے لوگوں کی صحبت سے دور رہنا چاہیے جو ہر وقت غیبت میں اور دوسروں کی برائیاں بیان کرنے میں مشغول رہتے ہیں۔

5۔ غیبت اور بہتان کے نقصانات:

- ❖ غیبت کرنے والے شخص کی شخصیت ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جاتی ہے۔
- ❖ غیبت اور بہتان کی وجہ سے معاشرے میں کینے اور دشمنی کو فروغ ملتا ہے۔
- ❖ غیبت اور بہتان سے ایک دوسرے کے بارے میں دل میں نفرت پیدا ہوتی ہے۔
- ❖ خاندانوں، محلوں اور بازاروں میں نفرت کی منحوس دیواریں کھڑی ہو جاتی ہیں۔
- ❖ غیبت اور بہتان کی وجہ سے دل کا سکون تباہ ہو جاتا ہے۔
- ❖ غیبت اور بہتان معاشرے میں انسان کی عزت و وقار کو ختم کر دیتا ہے۔

5۔ جادو، فال اور توہم پرستی

مختصر سوالات کے جوابات دیں۔

1۔ توہم پرستی کی تین مختلف صورتیں بیان کریں۔

جواب: ۱۔ توہم پرستی کی ایک صورت بدشگونی بھی ہے۔ کسی چیز، دن یا مہینے کو برا سمجھنا بدشگونی کی مثالیں ہیں۔

۲۔ فال وغیرہ کے ذریعے سے قسمت کا حال جاننے کی کوشش کرنا بھی توہم پرستی ہی ہے۔

۳۔ کسی انسان، جانور، دن یا مہینے کو برا سمجھنا جہالت اور توہم پرستی ہے۔

2۔ نبی کریم ﷺ کون سی دعا پڑھ کر حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر دم کیا کرتے تھے؟

جواب: نبی کریم ﷺ حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو یہ دعا پڑھ کر دم فرمایا کرتے تھے:

ترجمہ: میں تم دونوں کے لیے اللہ کے مکمل اور پورے کلمات کے ساتھ ہر شیطان اور ہلاک کرنے والی ہر زہریلی چیز اور نظر بد سے پناہ مانگتا

ہوں۔

3۔ حدیث نبوی میں جادو کا کیا علاج بیان کیا گیا ہے؟

جواب: جادو وغیرہ سے محفوظ رہنے کے لیے سورۃ الفلق اور سورۃ الناس پڑھنے اور عجوہ کھجور کھانے کی تعلیم دی گئی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے

فرمایا: ترجمہ: "جس شخص نے صبح کے وقت سات عجوہ کھجوریں کھالیں اس دن اسے نہ زہر نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ جادو۔"

4۔ توہم پرستی کے کوئی سے چار معاشرتی نقصانات تحریر کریں۔

جواب: ۱۔ ایسے لوگ غیر ضروری کاموں اور باتوں میں الجھے رہتے ہیں۔

۲۔ توہم پرست لوگ بڑی بڑی کامیابیوں سے محروم رہتے ہیں۔

۳۔ ایسے لوگ بعض اوقات معاشرے میں مذاق بن جاتے ہیں۔

۴۔ ایسے لوگ اپنے مال اور ایمان کا نقصان تو کرتے ہی ہیں بعض اوقات اپنی جان اور صحت کا بھی نقصان کر بیٹھتے ہیں۔

(حصہ معروضی)

1۔ بدشگونی 2۔ بد اعمالیوں کا 3۔ صفر المظفر کو 4۔ قسمت کا حال پوچھنے والے کی 5۔ عجوہ

تفصیلی سوال کا جواب دیں۔

جادو، فال اور توہم پرستی کے بارے میں اسلامی تعلیمات پر روشنی ڈالیں۔

1۔ جادو کا مفہوم:

جادو اس عجیب بات، خلاف عقل اور خلاف معمول واقعے یا عمل کو کہتے ہیں جس کا اثر تو ہو لیکن اس کی وجہ سمجھ نہ آئے۔ اس کے لیے لفظ سحر، افسون، ٹونا اور منتر وغیرہ استعمال ہوتے ہیں۔

2۔ جادو کی حقیقت:

جادو ایک حقیقت ہے جس میں بعض اوقات دوسروں کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی جاتی ہے اور بعض اوقات لوگوں کی نظروں اور عقلوں کو بند کر دیا جاتا ہے۔ جادو گر چیزوں کی حقیقت کو نہیں بدلتا البتہ خیال پر قبضہ کر لیتا ہے۔

3۔ اسلام میں جادو کی ممانعت:

اسلام میں جادو کرنے، کرانے کو سخت گناہ قرار دیا گیا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ترجمہ: "تباہ کر دینے والی چیز اللہ کے ساتھ شرک کرنا ہے اس سے بچو اور جادو کرنے کرانے سے بھی بچو۔"

4۔ جادو سے حفاظت:

جادو وغیرہ سے محفوظ رہنے کے لیے سورۃ الفلق اور سورۃ الناس پڑھنے اور عجوہ کھجور کھانے کی تعلیم دی گئی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ترجمہ: "جس شخص نے صبح کے وقت سات عجوہ کھجوریں کھالیں اس دن اسے نہ زہر نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ جادو۔"

5۔ فال اور توہم پرستی کا مفہوم:

توہم پرستی کا معنی ہے: بغیر کسی شرعی یا عقلی دلیل کے کسی نظریے یا خیال کو اپنا لینا۔ توہم پرستی کی ایک صورت بدشگونی بھی ہے۔ فال وغیرہ کے ذریعے سے قسمت کا حال جاننے کی کوشش کرنا بھی توہم پرستی ہی ہے۔

6۔ بدشگونی سے مراد:

ظاہری اسباب میں اثر پیدا کرنے والی ذات اللہ تعالیٰ کی ہے۔ کسی چیز، دن یا مہینے کو منحوس سمجھنا بدشگونی ہے۔

7۔ بدشگونی، فال اور توہم پرستی کی حقیقت:

بدشگونی اور توہم پرستی قابل مذمت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے بغیر کوئی بھی چیز انسان کو نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ نفع و نقصان کا اختیار اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ جب وہ خیر پہنچانا چاہے تو کوئی شر نہیں پہنچا سکتا اور اگر وہ کوئی مصیبت نازل کر دے تو کوئی سے دور نہیں کر سکتا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: "اور اگر اللہ تمہیں کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا کوئی اسے دور فرمانے والا نہیں اور اگر وہ تمہارے ساتھ خیر کا ارادہ فرمائے تو اس کے فضل کو کوئی ہٹانے والا نہیں وہ اس (فضل) کو اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے پہنچاتا ہے اور وہ بہت بخشنے والا نہایت رحم فرمانے والا ہے۔"

8۔ بد شگونی، فال اور توہم پرستی کی ممانعت:

اسلامی تعلیمات میں بد شگونی کی اجازت نہیں ہے، یعنی کسی انسان، جانور، چیز یا وقت سے بد شگونی لینا درست نہیں ہے۔ اسلام نے جیسے توہم پرستی سے منع کیا ہے اسی طرح بد شگونی اور بد فالی سے بھی منع کیا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جو شخص نجومی کے پاس جائے، اس سے کوئی بات پوچھے تو اس کی 40 راتوں تک نماز قبول نہ ہوگی۔"

9۔ نیک فال کی اجازت:

اسلامی تعلیمات کے مطابق نیک شگون یا نیک فال لینا درست ہے۔ انسان کو ہمیشہ پر امید رہنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ سے اچھا گمان رکھنا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ بندے کے ساتھ اس کے گمان کے مطابق معاملہ فرماتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بد شگونی کی کوئی اصل نہیں البتہ نیک فال لینا کچھ بُرا نہیں۔

10۔ استخارہ کی تعلیم:

مستقبل میں اللہ تعالیٰ سے خیر طلب کرنے کے لیے رسول اللہ ﷺ نے استخارہ کی تعلیم دی ہے۔ جس کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ دو رکعت نفل نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے خیر طلب کرنے کی دعا کی جائے۔

11۔ جادو، فال اور توہم پرستی کے نقصانات:

- ایسے لوگ مسائل کی اصل جڑ تک پہنچنے کی بجائے غیر ضروری کاموں اور باتوں میں الجھے رہتے ہیں۔
- ایسے لوگ شاید وقتی فائدہ تو اٹھالیں لیکن بڑی بڑی کامیابیوں سے محروم رہتے ہیں۔
- توہم پرست لوگ اپنی جہالت کی وجہ سے بعض اوقات معاشرے میں مذاق بن جاتے ہیں۔
- توہم پرستی اور خرافات کے شکار لوگ معاشرتی تعلقات میں توازن سے محروم رہتے ہیں اور دوسرے لوگوں سے بد گمان رہتے ہیں۔
- جادو، ٹونے اور ستاروں کی چال کے ذریعے سے کام بنانے کی شوقین لوگ اپنے مال اور ایمان کا نقصان تو کرتے ہی ہیں بعض اوقات اپنی جان اور صحت کا بھی نقصان کر بیٹھتے ہیں۔

(حسن معاملات و معاشرت)

باب پنجم:

1۔ قسم کے احکام و مسائل

مختصر سوالات کے جوابات دیں۔

1۔ قسم کا معنی و مفہوم لکھیں۔

جواب: قسم کو قرآن و حدیث میں یمن کہا جاتا ہے، یمن کی جمع ایمان ہے۔ اصطلاحی مفہوم میں کسی مسلمان کا اللہ تعالیٰ کا نام لے کر پختہ عزم کرنا اور دوسرے شخص کو یقین دہانی کروانا یمن کہلاتا ہے۔

2۔ قسم کی اقسام لکھیں۔

جواب: قسم کی تین اقسام ہیں۔

۱۔ یمن منعقدہ: مستقبل میں کسی کام کے حوالے سے قسم اٹھانے کو یمن منعقدہ کہا جاتا ہے۔

۲۔ یمین غموس: ماضی کے کسی واقعے پر جھوٹی قسم اٹھانے کو یمین غموس کہا جاتا ہے۔

۳۔ یمین لغو: روزمرہ کی گفتگو میں اپنے گمان کے مطابق صحیح قسم اٹھانا، لیکن واقعہ کا اس طرح نہ ہونا یمین لغو کہلاتا ہے۔

3۔ جھوٹی قسم کے کوئی سے دو نقصانات تحریر کریں۔

جواب: ۱۔ جھوٹی قسم گناہ کبیرہ اور انسانیت کو دھوکہ دینا ہے اور جھوٹی قسم اٹھانے والے کی طرف اللہ تعالیٰ بروز قیامت نظر رحمت ہی نہیں

فرمائے گا۔

۲۔ جھوٹی قسم یا حلف، انفرادی اور اجتماعی بربادی کا سبب بنتے ہیں۔

(حصہ معروضی)

1۔ قسم 2۔ یمین منعقدہ 3۔ 10 4۔ تین 5۔ آباء و اجداد کی

تفصیلی سوال کا جواب دیں۔

قرآن و سنت کی روشنی میں قسم کے احکام و مسائل بیان کریں۔

1۔ قسم کا معنی و مفہوم:

قسم کو قرآن و حدیث میں یمین کہا جاتا ہے، یمین کی جمع ایمان ہے۔ اصطلاحی مفہوم میں کسی مسلمان کا اللہ تعالیٰ کا نام لے کر پختہ عزم کرنا اور دوسرے شخص کو یقین دہانی کروانا یمین کہلاتا ہے۔ قسم کے لیے یمین اور حلف کے الفاظ بھی استعمال ہوتے ہیں۔

2۔ قسموں کی حفاظت:

قسموں کی حفاظت سے مراد یہ ہے کہ بلا ضرورت قسم نہ اٹھائی جائے کیونکہ مسلمان کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ جھوٹ نہیں بولتا، بلکہ ہمیشہ سچ بولتا ہے، سچ بولنے سے انسان کو معاشرے میں بلند مقام حاصل ہوتا ہے جس کے باعث لوگ اس کی بات پہ یقین کرتے ہیں اور اسے اعتماد کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ لیکن اگر بات بات پر قسم اٹھانے کا رواج عام ہو جائے تو اس سے نہ صرف وقت کا ضیاع ہو گا بلکہ ایک دوسرے سے اعتماد بھی اٹھ جائے گا اور بد اعتمادی کی فضا قائم ہوگی جو حسن معاملات و معاشرت کے خلاف ہے۔

3۔ قرآن و سنت کی روشنی میں قسم کے احکام:

۱۔ قرآن مجید کی روشنی میں:

قرآن مجید میں قسم کے احکام یوں بیان ہوئے ہیں:

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تمہاری لالی (بے مقصد) قسموں پر مواخذہ نہیں فرمائے گا لیکن وہ تمہارا ان (قسموں) پر مواخذہ کرے گا جو تم نے پختہ ارادے سے کھائی ہیں تو اس کا کفارہ دس مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے، اس اوسط درجے کا جو تم اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو یا انہیں لباس پہنانا یا ایک غلام کو آزاد کرنا ہے پھر جو یہ نہ پائے تو تین دن کے روزے (رکھے) یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے، جب تم قسم کھاؤ (اور اسے توڑ دو) اور اپنی قسموں کی حفاظت کرو، اسی طرح اللہ اپنی آیات تمہارے لیے کھول کھول کر بیان فرماتا ہے تاکہ تم شکر ادا کرو۔ (سورۃ المائدہ: 89)

۲۔ احادیث مبارکہ کی روشنی میں:

آباء و اجداد کی قسم اٹھانے کے حوالے سے نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

ترجمہ: "بلاشبہ اللہ تمہیں اپنے آباء و اجداد کی قسم اٹھانے سے منع فرماتا ہے۔"

۳۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا طرز عمل:

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کبھی بھی اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کی بھی قسم نہیں اٹھاتے تھے، کیونکہ ایک دوسری جگہ پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جس نے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی چیز کی قسم اٹھائی گویا اس نے شرک کیا۔"

۴۔ توڑنے والی قسم:

اگر کوئی شخص جائز کام سے رکنے کی قسم اٹھالے کہ میں اس کام کو نہیں کروں گا اور اس قسم کو توڑنے میں خیر ہو تو قسم توڑ دی جائے اور قسم کا کفارہ ادا کر دیا جائے۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: "کہ جس شخص نے کسی کام پر قسم اٹھائی لیکن وہ سمجھتا ہے کہ خیر اور بھلائی اس کی مخالف سمت میں ہے تو وہ خیر والی صورت اختیار کرے اور اپنی قسم (کو توڑ کر اس) کا کفارہ ادا کرے۔"

4۔ قسم کی اقسام لکھیں:

جواب: قسم کی تین اقسام ہیں:

۱۔ یمین منعقدہ: مستقبل میں کسی کام کے حوالے سے قسم اٹھانے کو یمین منعقدہ کہا جاتا ہے۔

۲۔ یمین غموس: ماضی کے کسی واقعے پر جھوٹی قسم اٹھانے کو یمین غموس کہا جاتا ہے۔

۳۔ روزمرہ کی گفتگو میں اپنے گمان کے مطابق صحیح قسم اٹھانا، لیکن واقعہ کا اس طرح نہ ہونا یمین لغو کہلاتا ہے۔

5۔ قسم کا کفارہ:

قسم کا کفارہ یہ ہے کہ چاہے تو دس مساکین کو کھانا کھلا دے، چاہے تو دس مساکین کو لباس پہنا دے، ایسا غلام یا لونڈی آزاد کرے جو ہر قسم کے عیب سے پاک ہو، اگر اسے ان تین اشیاء میں سے کسی کی طاقت نہ ہو تو تین روزے رکھے۔

6۔ جھوٹی قسم کے نقصانات:

جھوٹی قسم گناہ کبیرہ اور انسانیت کو دھوکہ دینا ہے اور جھوٹی قسم اٹھانے والے کی طرف اللہ تعالیٰ بروزی قیامت نظر رحمت ہی نہیں فرمائے گا۔ جھوٹی قسم یا حلف، انفرادی اور اجتماعی بربادی کا سبب بنتے ہیں۔

2۔ گواہی کے احکام و مسائل

مختصر سوالات کے جوابات دیں۔

1۔ قرآن و سنت کی روشنی میں گواہی کی فرضیت و اہمیت بیان کریں۔

جواب: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: "جب بھی گواہوں کو بلا یا جائے تو وہ انکار نہ کریں۔"

گواہی کی اہمیت واضح کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اگر لوگوں کو محض دعوے کی وجہ سے ہی سب کچھ دے دیا جائے تو کتنے ہی لوگ خون اور مال کا دعویٰ کر ڈالیں گے، اس لیے دعویٰ دار کے ذمے گواہ ہیں اور انکار کرنے والے کے ذمے قسم ہے۔

2۔ عینی شہادت اور سمعی شہادت کی وضاحت کریں۔

جواب: گواہی دینا بعض اوقات آنکھوں دیکھا واقعہ بیان کرنا ہوتا ہے جس کو "عینی شہادت" کہتے ہیں۔ بعض اوقات گواہ کسی چیز کو سن کر

شہادت دیتا ہے اس کو "سمعی شہادت" کہتے ہیں۔

3- جھوٹی گواہی دینے اور گواہی چھپانے کی وعید بیان کریں۔

جواب: رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: کہ جھوٹی گواہی بتوں کی پوجا کرنے کے برابر ہے۔ جھوٹی گواہی بت پرستی کے برابر قرار دی گئی۔ جھوٹی گواہی شرک کے برابر کر دی گئی۔ تین بار یہ فرما کر حضور اکرم ﷺ نے یہ آیت پڑھی کہ اللہ فرماتا ہے: ترجمہ: "بتوں کی ناپاکی سے بچتے رہو اور جھوٹی باتوں سے پرہیز کرو۔"

4- سچی اور جھوٹی گواہی کے کوئی سے دو اثرات تحریر کریں۔

جواب: سچی گواہی کے اثرات:

- سچی گواہی سے معاشرے میں امن قائم ہوتا ہے۔
 - سچی گواہی سے ایک دوسرے کے لیے ایثار کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔
- جھوٹی گواہی کے اثرات:

- جھوٹی گواہی سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے اور دشمنیاں فروغ پاتی ہیں۔
- جھوٹی گواہی سے معاشرے میں بے سکونی پیدا ہوتی ہے اور معاشرہ بد امنی اور ظلم کا شکار ہو جاتا ہے۔

(حصہ معروضی)

1- شہادت 2- گواہ 3- دو 4- عینی شہادت 5- فرض

تفصیلی سوال کا جواب دیں۔

قرآن و سنت کی روشنی میں گواہی کے احکام و مسائل واضح کریں۔

1- گواہی کا معنی و مفہوم:

گواہی کے لیے قرآن و سنت میں "شہادت" کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ شہادت کا مطلب کسی چیز یا معاملہ کو اپنے علم کے مطابق ذمہ داری کا ثبوت دیتے ہوئے واضح کرنا ہے، تاکہ حقدار کو اس کا حق مل سکے۔

2- گواہی کی اہمیت:

۱- از روئے قرآن:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: "جب بھی گواہوں کو بلایا جائے تو وہ انکار نہ کریں۔"

۲- از روئے حدیث:

گواہی کی اہمیت واضح کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اگر لوگوں کو محض دعوے کی وجہ سے ہی سب کچھ دے دیا جائے تو کتنے ہی لوگ خون اور مال کا دعویٰ کر ڈالیں گے، اس لیے دعویٰ دار کے ذمہ گواہ ہیں اور انکار کرنے والے کے ذمہ قسم ہے۔"

3- گواہی کی شرائط:

گواہی دینا چونکہ ایک اعلیٰ منصب و مرتبہ ہے، اس لیے گواہی دینے کے لیے شرط ہے کہ گواہ مسلمان، عاقل، بالغ اور عادل ہو۔ اگر دو مرد گواہ نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی بھی قبول کی جائے گی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: "اور اپنے مردوں میں سے دو گواہ بنالیا کرو پھر ایک دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں گواہ بناؤ جن کو بھی تم گواہوں کے طور پر پسند کرتے ہو کہ اگر ان دونوں عورتوں میں سے ایک بھول جائے تو دوسری اسے یاد دلائے اور جب بھی گواہوں کو بلایا جائے تو وہ انکار نہ کریں۔"

4۔ گواہی کے لیے ضروری امور:

گواہی میں دو باتوں کا دھیان رکھنا انتہائی ضروری ہے:

- کسی وقوعہ کا بغور مشاہدہ کر کے اس کو دل و دماغ میں بٹھانا۔
- معاملے کو قاضی اور جج کے سامنے پوری طرح دیانت داری سے پیش کرنا۔

5۔ گواہی کا حکم:

گواہی دینے والے کو "گواہ" کہتے ہیں، معاملات کی نوعیت کے پیش نظر گواہی کا حکم بھی بدلتا رہتا ہے۔ جب گواہی دینے والا کوئی اور نہ ہو اور معاملہ دو گواہوں کو معلوم ہو تو اس وقت گواہی دینا فرض ہو جاتا ہے اور جب گواہ کو گواہی دینے کے لیے بلایا جاتا ہے تو گواہی چھپانا جائز نہیں ہوتا۔ جب بہت سارے لوگ معاملے اور پیش آمدہ واقعے سے باخبر ہوں تو گواہی فرض نہیں رہتی بلکہ مستحب کے درجے میں آ جاتی ہے۔

6۔ گواہی کی اقسام:

گواہی دینا بعض اوقات آنکھوں دیکھا واقعہ بیان کرنا ہوتا ہے جس کو "عینی شہادت" کہتے ہیں۔ بعض اوقات گواہ کسی چیز کو سن کر شہادت دیتا ہے اس کو "سمعی شہادت" کہتے ہیں۔ اور جب وہ کسی شخص کو اپنی شہادت کی گواہی پر گواہ بنا دیتا ہے تب اس کو "شہادت علی شہادت" یعنی گواہی پر گواہی دینا کہا جاتا ہے۔

7۔ جھوٹی گواہی کی مذمت:

رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جھوٹی گواہی بتوں کی پوجا کرنے کے برابر ہے۔ جھوٹی گواہی بت پرستی کے برابر قرار دی گئی۔ جھوٹی گواہی شرک کے برابر کر دی گئی۔ تین بار یہ فرما کر حضور اکرم ﷺ نے یہ آیت پڑھی کہ اللہ فرماتا ہے: ترجمہ: "بتوں کی ناپاکی سے بچتے رہو اور جھوٹی باتوں سے پرہیز کرو۔"

8۔ سچی اور جھوٹی گواہی اثرات:

جواب: سچی گواہی کے اثرات:

- سچی گواہی سے معاشرے میں امن قائم ہوتا ہے۔
- سچی گواہی سے ایک دوسرے کے لیے ایثار کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔
- جھوٹی گواہی کے اثرات:
- جھوٹی گواہی سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے اور دشمنیاں فروغ پاتی ہیں۔
- جھوٹی گواہی سے معاشرے میں بے سکونی پیدا ہوتی ہے اور معاشرہ بد امنی اور ظلم کا شکار ہو جاتا ہے۔

3- حقوق العباد

ہمسایوں کے حقوق

مختصر سوالات کے جوابات دیں۔

1- ہمسایوں کے دو حقوق بیان کریں۔

جواب: ۱- پڑوسیوں کے ساتھ سلام میں پہل کریں۔

۲- جب وہ بیمار ہوں تو ان کی عیادت کریں۔

2- ہمسایوں کے حقوق ادا کرنے کے دو معاشرتی اثرات تحریر کریں۔

جواب: ۱- معاشرے میں جانثاری کے جذبات پیدا ہوتے ہیں لوگ ایک دوسرے کے دکھ درد بانٹتے ہیں خوشی اور غم میں شریک ہوتے ہیں۔

۲- لوگ جانی اور مالی سطح پر ہر جائز کام میں تعاون کرتے ہیں جس کی وجہ سے معاشرہ انسانی ہمدردی اور تعاون کی مثال پیش کر رہا ہوتا ہے۔

3- ہمسایوں کے ساتھ بدسلوکی کے کوئی سے دو دنیوی و اخروی نقصانات تحریر کریں۔

جواب: دنیوی نقصانات:

• ہمسایوں کے حقوق ادا نہ کرنے سے معاشرتی انتشار پھیلتا ہے۔

• امن و امان کا فقدان (خاتمہ) ہوتا ہے۔

اخروی نقصانات:

• ہمسایوں کے حقوق ادا نہ کرنا اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا سبب بنتا ہے، گناہوں کا سبب بنتا ہے۔

• ہمسایوں کے حقوق ادا نہ کرنے والا شخص جنت میں داخلے سے محروم ہو جاتا ہے اور اس کے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔

(حصہ معروضی)

1- بندوں کے حقوق 2- تین 3- ایمان 4- ہمسایہ 5- پڑوسیوں کے حقوق کا

تفصیلی سوال جواب دیں

قرآن و سنت کی روشنی میں ہمسایوں کے حقوق واضح کریں۔

1- حقوق العباد سے مراد:

حقوق العباد سے مراد بندوں کے حقوق ہیں۔ معاشرتی اور اجتماعی زندگی میں ہر انسان دوسرے انسان کا محتاج ہوتا ہے، کیونکہ انسان اپنی بنیادی ضروریات اکیلا پوری نہیں کر سکتا، لہذا اسے بعض ذمہ داریاں ادا کرنے سے کچھ حقوق حاصل ہوتے ہیں۔

2- قرآن کی روشنی میں اہمیت:

قرآن مجید نے متعدد مقامات پر ہمسایوں کے حقوق کا تذکرہ قرابت داروں کے ساتھ کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: "اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور رشتہ داروں کے ساتھ اور

یتیموں اور مسکینوں اور رشتہ دار پڑوسی اور اجنبی پڑوسی اور پاس بیٹھنے والے اور مسافروں کے ساتھ۔"

3- ہمسایوں کی اقسام:

قرآن مجید کے مطابق پڑوسی کی تین قسمیں ہیں۔ 1- رشتہ دار پڑوسی 2- قریب رہنے والا پڑوسی 3- تھوڑی دیر کا پڑوسی

4۔ احادیث کی روشنی میں اہمیت:

۱۔ ایمان کا حصہ:

نبی کریم ﷺ نے ہمسائے کے حقوق کی ادائیگی کو ایمان کا حصہ قرار دیتے ہوئے تین مرتبہ ارشاد فرمایا:

"اللہ کی قسم وہ ایمان والا نہیں۔ عرض کیا گیا اے اللہ کے رسول ﷺ کون؟ فرمایا: وہ شخص جس کے شر سے اس کا پڑوسی محفوظ نہ ہو۔"

۲۔ حقوق کی فضیلت:

نبی کریم ﷺ نے ہمسائے کے حقوق کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"جبرائیل علیہ السلام مجھے اس طرح بار بار پڑوسی کے حق میں وصیت کرتے رہے کہ مجھے خیال گزرا کہ شاید پڑوسی کو وراثت میں شریک نہ کر دیں۔ نبی کریم ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا کہ کوئی شخص اپنے پڑوسی کو اپنی دیوار میں کھونٹی وغیرہ گاڑنے سے روکے۔"

5۔ ہمسائے کے مفہوم میں وسعت:

اسلام کی نظر میں ہمسائے میں صرف ساتھ رہنے والے لوگ شامل نہیں بلکہ ایک محلے میں رہنے والے، کاروباری شراکت دار، ہم سفر اور ہم جماعت، ایک دفتر اور ادارے میں اکٹھے کام کرنے والے تمام افراد ہمسائیگی کے دائرے میں شامل ہیں۔

6۔ ہمسایوں کے حقوق کے آداب:

- ۱۔ پڑوسیوں کے ساتھ سلام میں پہل کریں۔
 - ۲۔ جب وہ بیمار ہوں تو ان کی عیادت کریں۔
 - ۳۔ مصیبت کے وقت ان کی غم خواری کریں۔
 - ۴۔ ان کی خوشی میں شرکت کریں گے۔
 - ۵۔ ان کے جنازے میں شرکت کریں۔
 - ۶۔ مالی ضرورت کے وقت ان کی مالی مدد کریں۔
 - ۷۔ ان کے عیبوں کو چھپائیں۔
 - ۸۔ ان کے گھر کے راستے کو تنگ نہ کریں۔
 - ۹۔ ان کی اولاد کے ساتھ نرمی سے گفتگو کریں۔
 - ۱۰۔ پڑوسیوں کی غیر موجودگی میں ان کے گھر کی حفاظت کرنے میں غفلت کا مظاہرہ نہ کریں۔
 - ۱۱۔ دین و دنیا کے جس معاملے میں انہیں راہ نمائی کی ضرورت ہو تو اس میں ان کی راہ نمائی کریں۔
- حق پڑوس صرف یہ نہیں کہ پڑوسی کو تکلیف پہنچانے سے اجتناب کیا جائے، بلکہ پڑوسی کی طرف سے پہنچنے والی تکلیف کو برداشت کرنا بھی پڑوسی کے حق میں شامل ہے۔

7۔ معاشرتی اثرات:

- ۱۔ معاشرے میں جاثاری کے جذبات پیدا ہوتے ہیں لوگ ایک دوسرے کے دکھ درد بانٹتے ہیں خوشی اور غم میں شریک ہوتے ہیں۔
 - ۲۔ لوگ جانی اور مالی سطح پر ہر جائز کام میں تعاون کرتے ہیں جس کی وجہ سے معاشرہ انسانی ہمدردی اور تعاون کی مثال پیش کر رہا ہوتا ہے۔
- 8۔ ہمسایوں کے ساتھ بدسلوکی کے دنیوی و اخروی نقصانات:

جواب: دنیوی نقصانات:

- ہمسایوں کے حقوق ادا نہ کرنے سے معاشرتی انتشار پھیلتا ہے۔
- امن و امان کا فقدان (خاتمہ) ہوتا ہے۔

اخروی نقصانات:

- ہمسایوں کے حقوق ادا نہ کرنا اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا سبب بنتا ہے، گناہوں کا سبب بنتا ہے۔
- ہمسایوں کے حقوق ادا کرنے والا شخص جنت میں داخلے سے محروم ہو جاتا ہے اور اس کے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔

4۔ سود کی حرمت

مختصر سوالات کے جوابات دیں۔

1۔ قرآن و سنت کی روشنی میں سود کی حرمت کے احکام بیان کریں۔

جواب: سود اسلام میں قطعی طور پر حرام ہے۔ سود معاشی اور اقتصادی تباہ کاریوں کا ذریعہ بھی ہے۔ اسی وجہ سے قرآن مجید میں سود سے منع کیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: اے ایمان والو! کئی گنا بڑھا چڑھا کر سود نہ کھاؤ اور اللہ کی نافرمانی سے ڈرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔
آپ ﷺ نے سود کھانے، کھلانے، اس پر گواہ بننے اور اس کو لکھنے والے پر لعنت فرمائی ہے۔

2۔ سود کے دنیاوی و اخروی نقصانات اپنے الفاظ میں بیان کریں۔

جواب: قرآن مجید میں سود کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ جنگ کے مترادف قرار دیا گیا ہے۔ سود کی وجہ سے اگرچہ بظاہر مال میں اضافہ ہوتا ہے، لیکن درحقیقت وہ مال میں نقصان، بے برکتی اور ناگہانی آفات کا باعث ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔ سود کا نہ صرف دنیا میں نقصان ہے بلکہ آخرت میں بھی سود کھانے والا ذلیل و رسوا ہو گا۔

3۔ سود کے کوئی سے چار معاشرتی نقصانات تحریر کریں۔

جواب: سود کے چار معاشرتی نقصانات درج ذیل ہیں:

۱۔ سود کا رواج عام ہونے سے لوگ محنت کرنا چھوڑ دیتے ہیں۔

۲۔ بے روزگاری بڑھتی ہے جس سے ملکی ترقی کا پیہ جام ہو جاتا ہے۔

۳۔ صنعتوں اور کارخانوں میں سرمایہ کاری کم ہو جاتی ہے۔

۴۔ سودی معاملات کی وجہ سے آئے روز لڑائی جھگڑے اور قتل و غارت کا بازار بھی گرم رہتا ہے۔

4۔ سودی لین دین کی ممانعت کی حکمت واضح کریں۔

جواب: سود کی حرمت کی وجہ یہ ہے کہ اس سے پورا معاشرہ ترقی نہیں کرتا، بلکہ دولت چند ہاتھوں میں سمٹنے لگتی ہے، مالدار کے مال میں تو اضافہ ہوتا ہے لیکن غریب کی غربت اور پسماندگی بڑھتی چلی جاتی ہے۔

(حصہ معروضی)

1۔ ربوا 2۔ سود کو 3۔ محنت 4۔ قرض حسنہ 5۔ اٹھارہ گنا

تفصیلی سوال کا جواب دیں۔

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں سود کی حرمت پر مضمون تحریر کریں۔

1: سود کا معنی مفہوم:

سود کو عربی زبان میں ربوا کہتے ہیں۔ سود کا معنی ہے: "قرض دے کر اس پر مشروط اضافہ یا نفع لینا" جیسے ایک ہزار روپے کسی کو قرض دینا، اور دیتے وقت یہ شرط لگانا کہ ایک ہزار کے بجائے پندرہ سو روپے واپس کرنے ہوں گے یہ اضافی پانچ سو روپے کا شمار سود میں ہو گا۔

2۔ سود کی مختلف صورتیں:

قرض دے کر مقروض سے روپے پیسے کے علاوہ دیگر کوئی فائدہ لینا بھی سود ہے۔ جیسے کسی کو قرض دیا اور اس سے اس کا مکان لے لیا اور اس

مکان میں رہائش اختیار کر لی لیکن اس کا کرایہ ادا نہ کیا یا کرایہ تو ادا کر دیا لیکن کم ادا کیا، یہ بھی سود کی ایک شکل ہے۔ کسی سے غلہ ادھار لیا لیکن جب واپس کیا تو جتنا لیا تھا اس سے زیادہ واپس کیا یہ بھی سود ہے جیسے کسی سے پانچ کلو گندم لی، لیکن جب واپس کی تو چھ یا سات کلو واپس کی یہ بھی سود کی ایک شکل ہے۔

3۔ قرآن مجید کی روشنی میں سود کی حرمت:

سود اسلام میں قطعی طور پر حرام ہے کیونکہ یہ ایک ایسی لعنت ہے جس سے مفت خوری، لالچ، خود غرضی، سنگ دلی اور مفاد پرستی جیسی اخلاقی برائیاں جنم لیتی ہیں۔ سود معاشی اور اقتصادی تباہ کاریوں کا ذریعہ بھی ہے اسی وجہ سے قرآن مجید میں سود سے منع کیا گیا ہے۔

۱۔ سود کی ممانعت:

ارشاد باری تعالیٰ ہے: "اے ایمان والو کئی گنا بڑھا چڑھا کر سود نہ کھاؤ اللہ (کی نافرمانی) سے ڈرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔"

۲۔ سود کی حرمت:

اللہ تعالیٰ نے خرید و فروخت کو حلال اور جائز جبکہ سود کو حرام قرار دیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: "اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال فرمایا ہے اور سود کو حرام کیا ہے۔"

۳۔ بے برکتی کا باعث:

ارشاد باری تعالیٰ ہے: "اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے اور اللہ کسی ناشکرے گنہگار کو پسند نہیں فرماتا۔"

۴۔ ذلت و رسوائی کا سبب:

ارشاد باری تعالیٰ ہے: "جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ (قیامت میں) اٹھیں گے تو اس شخص کی طرح جسے شیطان نے چھو کر پاگل کر دیا ہو۔"

4۔ احادیث مبارکہ میں سود کی حرمت:

۱۔ سود پر وعید:

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"جس شب مجھے (معراج میں) سیر کرائی گئی میں ایک جماعت کے پاس سے گزرا جس کے پیٹ مکانوں کی طرح (بڑے) تھے ان میں بہت سے سانپ پیٹوں کے باہر سے دکھائی دے رہے تھے، میں نے کہا جبرائیل! یہ کون لوگ ہیں؟ کہنے لگے گایہ سود کھانے والے ہیں۔"

۲۔ لعنت کا باعث:

آپ ﷺ نے سود کھانے، کھلانے، اس پر گواہ بننے اور اس کو لکھنے والے پر لعنت فرمائی ہے۔

۳۔ سود سے اجتناب:

"حدیث نبوی ﷺ: "سود کو چھوڑ دو اور جس میں سود کا شبہ ہو اسے بھی چھوڑ دو۔"

۴۔ ربا الفضل کا حکم:

روزمرہ استعمال کی اشیاء میں آسان لین دین کو فروغ دینے کے لیے نبی کریم ﷺ نے چھ چیزوں سونا، چاندی، گندم، جو، کھجور اور نمک وغیرہ کے سودے میں ادھار اور اضافے کو ممنوع قرار دیا ہے اس کو ربا الفضل کہتے ہیں۔

5۔ تمام مذاہب میں سود کی حرمت:

یہودیت و مسیحیت سمیت ہر مذہب میں سود ہمیشہ سے ناجائز رہا ہے حتیٰ کہ مشرکین مکہ بھی اس کو حرام سمجھتے تھے سودی معیشت کبھی ترقی نہیں کر سکتی۔ نبی کریم ﷺ نے سود کے کم ترین گناہ کو محارم (ماں، بہن، بیٹی وغیرہ) سے بدکاری کے مترادف (برابر) قرار دیا ہے۔

6۔ سود کی حرمت کی وجہ:

سود کی حرمت کی وجہ یہ ہے کہ اس سے پورا معاشرہ ترقی نہیں کرتا بلکہ دولت چند ہاتھوں میں سمٹنے لگتی ہے، مالدار کے مال میں تو اضافہ ہوتا ہے لیکن غریب کی غربت اور پسماندگی بڑھتی چلی جاتی ہے۔

7۔ سود کے نقصانات:

- ❖ سود کار و اج عام ہونے سے لوگ محنت کرنا چھوڑ دیتے ہیں۔
- ❖ صنعت اور کارخانوں میں سرمایہ کاری کم ہو جاتی ہے۔
- ❖ سرمایہ کاری کم ہونے سے نہ صرف بے روزگاری بڑھتی ہے بلکہ ملکی ترقی کا پیہ بھی جام ہو جاتا ہے۔
- ❖ سودی معاملات کی وجہ سے آئے روز لڑائی جھگڑے اور قتل و غارت کا بازار گرم رہتا ہے۔

8۔ ہماری ذمہ داریاں:

ہمیں چاہیے کہ اپنی زندگی میں ہمیشہ حلال مال کمائیں، ہمارے پیٹ میں اترنے والا لقمہ بھی حلال کا ہونا چاہیے اور ہمارے جسم پر لباس بھی صرف اور صرف حلال مال کا ہونا چاہیے۔ حلال مال میں اللہ تعالیٰ نے برکت بھی رکھی ہے اور سکون بھی، حرام طریقے سے کمایا گیا مال نہ صرف دنیا میں بے سکونی، پریشانی اور بے برکتی کا ذریعہ بنتا ہے بلکہ آخرت میں بھی اس کا سخت حساب ہو گا۔

5۔ اسلامی ریاست

مختصر سوالات کے جوابات دیں۔

1۔ قرآن و سنت کی روشنی میں اسلامی ریاست کی اغراض و مقاصد بیان کریں۔

جواب: اسلامی ریاست حقیقت میں ایک فلاحی ریاست ہے۔ فلاحی ریاست کا مقصد ایک ایسی معاشرے کا قیام ہے جو ہر میدان میں عدل کے ذریعے سے خیر خواہی اور مخلوق خدا کی خدمت کرنے والی ہو، جو نبوی تعلیمات کی روشنی میں امن عامہ کے قیام اور دفاع کے علاوہ زندگی کے ہر شعبے میں اخوت، محبت اور امانت داری کی نظام کو قائم کرنے والی ہو۔

2۔ اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کو دیے گئے حقوق میں سے کوئی سے تین حقوق بیان کریں۔

جواب: اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کو جان مال اور عزت کے تحفظ کے علاوہ بے شمار حقوق دیے گئے ہیں۔ اسلامی حکومت غیر مسلموں کو اپنے مذہب پر عمل کرنے کی پوری آزادی دیتی ہے اور ان کی عبادت گاہوں کا تحفظ کرتی ہے۔

3۔ اسلامی ریاست کی نمایاں خصوصیات کیا ہیں؟

جواب: اسلامی ریاست حقیقت میں ایک فلاحی ریاست ہے۔ اسلامی ریاست میں اقتدار اعلیٰ اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہے۔ مسلم ریاست کے تمام اداروں اور اقدامات میں حاکمیت الہیہ کو جاری و ساری ہونا چاہیے۔

4۔ اسلامی ریاست کا بہترین ماڈل "ریاست مدینہ" ہے۔ وضاحت کریں۔

جواب: اسلامی ریاست کا بہترین ماڈل ریاست مدینہ ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ریاست مدینہ کا باقاعدہ پرچم تیار کروایا۔ مسجد نبوی کو حکومت کے مرکزی سیکرٹریٹ کا درجہ دیا اور باجماعت نماز کے اہتمام سے مسلمانوں کو نظم و ضبط کا درس دیا۔ مسجد نبوی ہی مجلس شوریٰ، عدالت عالیہ اور عسکری تیاریوں کا مرکز تھی۔ معاشی ادارے کے طور پر مواخات مدینہ کی شکل میں امداد باہمی کی فضا پروان چڑھائی گئی، ریاست کے راستے وسیع رکھنے کی ہدایت فرمائی گئی۔

5۔ اسلامی ریاست کی طرف سے افواج اور ان کے سپہ سالاروں کو کون سی ہدایات جاری کی جاتی تھیں؟ وضاحت کریں۔

جواب: اسلامی حکومت میں افواج اور ان کے سپہ سالاروں کو ہدایت تھی کہ خبردار! زمین میں فساد نہ مچانا، شرعی احکام کی خلاف ورزی نہ کرنا، کھجوروں کے درخت نہ کاٹنا اور نہ انہیں جلانا، چوپایوں کو ہلاک نہ کرنا، پھل دار درخت نہ کاٹنا، عبادت گاہیں نہ گرانا، بچوں بوڑھوں اور عورتوں کو قتل نہ کرنا، تمہیں بہت سے لوگ ایسے ملیں گے جنہوں نے گر جاگھروں میں اپنے آپ کو محبوس (قید) کر رکھا ہے اور دنیا سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے انہیں ان کے حال پر چھوڑ دینا۔

(حصہ معروضی)

- 1۔ خاندان، مسجد اور مکتب
- 2۔ جان و مال اور عزت کی حفاظت کا
- 3۔ مقننہ، عدلیہ اور انتظامیہ
- 4۔ مدینہ منورہ میں
- 5۔ مسجد نبوی ﷺ کو

تفصیلی سوال کا جواب دیں۔

اسلامی ریاست کے تصور پر جامع نوٹ لکھیں۔

1۔ ریاست کا مفہوم:

ریاست کا معنی ہے سرداری یا بادشاہت، ریاست ایک منظم ادارے کا نام ہے جو اپنے قوانین بنانے اور نافذ کرنے میں آزاد ہوتا ہے جس میں ایک مستقل اور معین علاقہ ہوتا ہے۔

2۔ ریاست کی بنیادی اجزاء:

علم سیاسیات کی رو سے ریاست کے بنیادی اجزاء میں علاقہ، آبادی، قانون اور قوت نافذہ شامل ہیں۔

3۔ اسلامی ریاست کا مفہوم:

جو ریاست احکام الہیہ کی شرائط پوری کرتی ہے اسلامی ریاست کہلاتی ہے۔ اسلامی ریاست میں اقتدار اعلیٰ اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہے۔ مسلم ریاست کے تمام اداروں اور اقدامات میں حاکمیت الہیہ کو جاری و ساری ہونا چاہیے۔

4۔ معاشرے کے بنیادی ادارے:

مسلم علماء نے معاشرے کے تین بنیادی ادارے بیان کیے ہیں جن کو خاندان، مسجد اور مکتب کا نام دیا جاتا ہے۔ یہ تین ادارے انسان کی بنیادی تربیت کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔ یہی تربیت یافتہ افراد حکومتی اداروں میں اپنی خدمات پیش کر کے ریاست کو مضبوط بناتے ہیں۔

5۔ ریاست کے بنیادی ادارے:

ریاست کے بنیادی ادارے مقننہ، عدلیہ، انتظامیہ کہلاتے ہیں۔ مقننہ کے افراد قانون بناتے ہیں۔ صوبائی اور قومی اسمبلیاں اور ایوان بالا یعنی سینٹ قانون سازی ادارے کہلاتے ہیں۔ عدلیہ اس قانون کے مطابق فیصلہ کرتی ہے اور انتظامیہ ان فیصلوں پر عمل درآمد کرتی ہے۔ میڈیا مثبت اور منفی کرداروں کو عوام الناس کے سامنے اجاگر کرتا ہے۔

6۔ اسلامی ریاست کے مقاصد:

اسلامی ریاست حقیقت میں ایک فلاحی ریاست ہے۔ فلاحی ریاست کا مقصد ایک ایسے معاشرے کا قیام ہے جو ہر میدان میں عدل کے ذریعے سے خیر خواہی اور مخلوق خدا کی خدمت کرنے والی ہو، جو نبوی تعلیمات کی روشنی میں امن عامہ کے قیام اور دفاعی انتظامات کے علاوہ زندگی کے ہر شعبے میں اخوت، محبت اور امانت داری کی نظام کو قائم کرنے والی ہو۔

7- مسلم حکمران کے بنیادی فرائض:

مسلم حکمران کے بنیادی فرائض کے سلسلے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو زمین میں اقتدار بخشیں، یہ نماز قائم کریں گے اور زکوٰۃ ادا کریں گے اور نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے روکیں گے اور تمام کاموں کا انجام اللہ کے اختیار میں ہے۔ مسلم حکام کے دیگر فرائض میں عدل و انصاف کا قیام، غربت کا خاتمہ، فلاح عامہ، اسلامی تعلیمات کا فروغ، اسلام کے عدالتی احکام کا نفاذ، حدود و قصاص، مسلمانوں کا دفاع، ملت اسلامیہ کی حمایت و نصرت اور معاشرے میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا قیام قابل ذکر ہیں۔

8- غیر مسلموں کے حقوق:

اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کو جان مال اور عزت کے تحفظ کے علاوہ بے شمار حقوق دیے گئے ہیں۔ اسلامی حکومت غیر مسلموں کو اپنے مذہب پر عمل کرنے کی پوری آزادی دیتی ہے اور ان کی عبادت گاہوں کا تحفظ کرتی ہے۔

9- سپہ سالاروں کو ہدایات:

اسلامی حکومت میں افواج اور ان کے سپہ سالاروں کو ہدایت تھی کہ خبردار! زمین میں فساد نہ مچانا، شرعی احکام کی خلاف ورزی نہ کرنا، کھجوروں کے درخت نہ کاٹنا اور نہ انہیں جلانا، چوپایوں کو ہلاک نہ کرنا، پھل دار درخت نہ کاٹنا، عبادت گاہیں نہ گرانا، بچوں بوڑھوں اور عورتوں کو قتل نہ کرنا، تمہیں بہت سے لوگ ایسے ملیں گے جنہوں نے گر جا گھروں میں اپنے آپ کو مجبوس کر رکھا ہے اور دنیا سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے انہیں ان کے حال پر چھوڑ دینا۔

10- ریاست مدینہ کا مفہوم:

اسلامی ریاست کا بہترین ماڈل ریاست مدینہ ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ریاست مدینہ کا باقاعدہ پرچم تیار کروایا۔ مسجد نبوی کو حکومت کے مرکزی سیکرٹریٹ کا درجہ دیا اور باجماعت نماز کے اہتمام سے مسلمانوں کو نظم و ضبط کا درس دیا۔ مسجد نبوی ہی مجلس شوریٰ، عدالت عالیہ اور عسکری تیاریوں کا مرکز تھی۔ معاشی ادارے کے طور پر مواخات مدینہ کی شکل میں امداد باہمی کی فضا پروان چڑھائی گئی، ریاست کے راستے وسیع رکھنے کی ہدایت فرمائی گئی۔

11- عدالتی نظام:

تنازعات (جھگڑوں) کو حل کرنے کے لیے عدالتی نظام کو عمل میں لایا گیا۔ عدالتی نظام میں جید صحابہ کرام خصوصاً حضرت علی المرتضیٰ، حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہم شامل تھے۔ صوبائی سطح پر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قاضی کے اختیارات حاصل تھے۔

12- تعلیمی نظام:

تعلیمی نظام میں صفہ اور دارالرقم جیسے اقامتی ادارے قائم تھے۔

13- بلدیاتی نظام:

بلدیاتی نظام کی بنیاد فراہم کرتے ہوئے حضور اکرم ﷺ نے مسجد میں ام محن نامی عورت کو صفائی کے لیے مقرر فرمایا۔ رات کو گلی محلے میں روشنی کی خاطر چراغاں کرنے کے لیے تمیم داری کے غلام کو متعین کیا گیا اور مدینہ منورہ میں مسلمانوں کی مردم شماری کرائی گئی۔

6- جہاد فی سبیل اللہ

مختصر سوالات کے جوابات دیں۔

1- قرآن و سنت کی روشنی میں جہاد فی سبیل اللہ کی ضرورت و اہمیت بیان کریں۔

جواب: نبی کریم ﷺ جب تک مکہ مکرمہ میں تھے مسلح جہاد فرض نہیں ہوا تھا۔ جب آپ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور کفار کی سازشوں اور ظلم و ستم کا سلسلہ بدستور جاری رہا تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر کفار سے جہاد کو فرض قرار دے دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: تم پر اللہ کی راہ میں قتال فرض کیا گیا ہے جب کہ وہ تمہیں طبعاً ناپسند ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ترجمہ: جس نے نہ جہاد کیا اور نہ اس کے بارے میں کوئی ارادہ کیا تو وہ نفاق (منافقت) کے شعبوں میں سے ایک پر مرتا ہے۔

2- جہاد کی فضیلت پر ایک حدیث مبارکہ کا ترجمہ لکھیں۔

جواب: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ترجمہ: جس نے نہ جہاد کیا اور نہ اس کے بارے میں کوئی ارادہ کیا تو وہ نفاق کے شعبوں میں سے ایک پر مرتا ہے۔

3- "پیغام پاکستان" کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟ وضاحت کریں۔

جواب: 2018ء میں دہشت گردی کے خلاف علماء کرام نے "پیغام پاکستان" کے نام سے کتابی شکل میں ایک متفقہ فتویٰ جاری کیا جس پر 1800 سے زائد علمائے کرام کے دستخط ہیں اسے پیغام پاکستان کہتے ہیں۔ اس فتویٰ میں، دہشت گردی، خون ریزی، خودکش حملوں اور ریاست کے خلاف مسلح جدوجہد کو خواہ وہ کسی نام یا مقصد سے ہو، حرام قرار دیا گیا ہے۔

(حصہ معروضی)

1- امن کا قیام 2- مدینہ منورہ میں 3- پیغام پاکستان 4- فساد فی الارض کو

5- جابر سلطان کے سامنے کلمہ حق کہنا

تفصیلی سوال جواب دیں۔

اسلام کے تصور جہاد پر جامع نوٹ لکھیں۔

1- جہاد کا معنی و مفہوم:

جہاد کے معنی ہیں "کوشش کرنا"۔ شریعت میں جہاد سے مراد "اللہ تعالیٰ کے دین کی سر بلندی کے لیے جان و مال کو وقف کر دینا" ہے۔ معاشرے سے ظلم و بربریت کے خاتمے اور امن و امان کے قیام کے لیے جو کوشش کی جاتی ہے اس کو بھی جہاد کہا جاتا ہے۔

2- جہاد کا مقصد:

جہاد کا مقصد معاشرے میں امن و سلامتی کا قیام اور مظلوموں کی مدد ہے۔ ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ جہاد کا مقصد زمین سے فساد، دہشت گردی اور بد امنی کا خاتمہ ہے۔

3- جہاد کی فرضیت:

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر کفار سے جہاد کو فرض قرار دے دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: تم پر (اللہ کی راہ میں) قتال فرض کیا گیا ہے جب کہ وہ تمہیں (طبعاً) ناپسند ہے۔ (البقرہ: 216)

4- جہاد کی اہمیت و فضیلت قرآن کی روشنی میں:

۱- ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے وہ اللہ کے نزدیک درجے میں زیادہ عظیم ہیں اور وہی کامیاب ہونے والے ہیں۔ (التوبہ: 20)

۲- ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: بے شک اللہ نے مومنوں سے خرید لی ہیں ان کی جانیں اور ان کے مال اس کے بدلہ کہ ان کے لیے جنت ہے وہ اللہ کی راہ میں قتال کرتے ہیں پس قتل کرتے ہیں اور قتل (شہید) کیے جاتے ہیں۔ (التوبہ: 111)

5- جہاد کی اہمیت و فضیلت حدیث کی روشنی میں:

۱- نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"جس نے نہ جہاد کیا اور نہ اس کے بارے میں کوئی ارادہ کیا تو وہ نفاق (منافقت) کے شعبوں میں سے ایک پر مرتا ہے۔"

۲- نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"افضل عمل اللہ پر ایمان لانا اور اس کی راہ میں جہاد کرنا ہے۔"

6- جہاد کی اقسام:

جہاد کی درج ذیل اقسام ہیں:

۱- جہاد بالنفس: جہاد بالنفس سے مراد اپنی خواہشات، نفس، اور برے اعمال کے خلاف جدوجہد کرنا ہے۔

۲- جہاد بالمال: جہاد بالمال سے مراد اللہ کی راہ میں اپنے مال کو خرچ کرنا ہے۔ اس میں انسان اپنے مال، دولت، اور وسائل کو دین کی خدمت، ضرورت مندوں کی مدد، اور اسلامی معاشرے کی بہتری کے لیے استعمال کرتا ہے۔

۳- جہاد بالسيف: جہاد بالسيف سے مراد اللہ کی راہ میں جنگ کرنا ہے، یعنی اسلامی ریاست یا مسلمانوں کے دفاع کے لیے ہتھیار اٹھانا اور دشمنوں سے جنگ کرنا۔

۴- جہاد بالقلم: جہاد بالقلم سے مراد قلم کے ذریعے اللہ کے دین کی خدمت کرنا، علم کو فروغ دینا، اور معاشرے میں خیر و بھلائی پھیلانا ہے۔

۵- جہاد باللسان: جہاد باللسان سے مراد زبان کے ذریعے حق کا پیغام پہنچانا، برائی کے خلاف آواز بلند کرنا اور اسلام کی تعلیمات کو لوگوں تک پہنچانا ہے۔

پہنچانا ہے

7- مجاہدین کے لیے ہدایات:

نبی کریم ﷺ جب مجاہدین کو کسی مہم پر روانہ فرماتے تو انہیں نصیحت فرمایا کرتے تھے کہ لڑائی سے پہلے دشمن کو اسلام کی دعوت دی جائے اگر وہ دعوت قبول کر لیں تو ان سے لڑائی نہ کی جائے۔ اگر اسلام قبول نہ کریں تو ان سے جنگ کی جائے لیکن جنگ میں بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کو نقصان نہ پہنچایا جائے، مکانات کو نہ گرایا جائے۔ درختوں اور کھیتوں کو برباد نہ کیا جائے۔ قیدیوں کو قتل نہ کیا جائے۔ کسی ذی روح کو آگ میں نہ ڈالا جائے۔ جو ہتھیار ڈال دے اسے قتل نہ کیا جائے۔ عبادت گاہوں کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچایا جائے۔ لوٹ مار سے گریز کیا جائے۔

8- فساد فی الارض:

فساد فی الارض یعنی دہشت گردی بہت بڑا گناہ اور جرم ہے۔ اللہ تعالیٰ زمین پر فساد پھیلانے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔ جو لوگ معصوم لوگوں کی

جان لیتے ہیں، اپنا نظریہ زبردستی اور دھونس کے ذریعے سے نافذ کرنا چاہتے ہیں یا خود کو آئین و قانون سے بالا سمجھتے ہیں وہ لوگ فساد اور دہشت گرد ہیں۔ ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ زمین پر فساد پھیلانے والوں سے خود کو دور رکھے۔

9۔ پیغام پاکستان:

2018 میں دہشت گردی کے خلاف علماء کرام نے "پیغام پاکستان" کے نام سے کتابی شکل میں ایک متفقہ فتویٰ جاری کیا جس پر 1800 سے زائد علمائے کرام کے دستخط ہیں اسے پیغام پاکستان کہتے ہیں۔ اس فتویٰ میں، دہشت گردی، خون ریزی، خودکش حملوں اور ریاست کے خلاف مسلح جدوجہد کو خواہ وہ کسی نام یا مقصد سے ہو، حرام قرار دیا گیا ہے۔

10۔ مسلمان کی ذمہ داری:

مسلمان پر ضروری ہے کہ وہ جہاد کے حقیقی تصور کو سمجھے اور اسے دوسروں تک پہنچائے۔ اس پر لازم ہے کہ وہ ہر وقت اپنی جان و مال کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کرنے کا عزم رکھے۔ ضرورت پڑنے پر ملت اسلامی اور دین اسلام کی خاطر اس عزم کو پورا کرے۔

ہدایت کے سرچشمے اور مشاہیر اسلام

باب ششم:

اہل بیت اطہار رضی اللہ تعالیٰ عنہم

1۔ حضرت امام زین العابدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

مختصر سوالات کے جوابات دیں۔

1۔ حضرت امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ کا مختصر تعارف بیان کریں۔

جواب: حضرت امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ نبی کریم ﷺ کے خاندان کے عظیم فرد، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے صاحب زادے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا نام علی، کنیت ابو الحسن، لقب زین العابدین (عبادت گزاروں کی زینت) اور سید الساجدین (کثرت سے سجدہ کرنے والا) ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منورہ میں 38 ہجری میں پیدا ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا شمار تابعین میں ہوتا ہے۔

2۔ حضرت امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ کی عبادت و ریاضت کے بارے میں ایک پیرا گراف تحریر کریں۔

جواب: سیدنا امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ کی عبادت اور تقویٰ میں بڑی شہرت تھی، اس بنا پر انھیں "زین العابدین" کہا جاتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی عبادت و ریاضت کا یہ عالم تھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرائض ادا کرنے کے ساتھ ساتھ کثرت سے نوافل پڑھا کرتے تھے، اسی وجہ سے زین العابدین مشہور ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ جب نماز کے لیے وضو فرماتے تو چہرے کا رنگ متغیر ہو جاتا اور جسم پر لرز طاری ہو جاتا۔

3۔ حضرت امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ کی علمی و ادبی خدمات کی وضاحت کریں۔

جواب: مدینہ منورہ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ سے قرآن کی تفسیر، احادیث نبویہ کی روایت اور شریعت کے حلال و حرام کا علم حاصل کرنے والوں میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند امام محمد باقر رحمہ اللہ علیہ اور ان کے علاوہ زہری، عمرو بن دینار، ہشام بن عروہ، یحییٰ بن سعید رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ جیسے اہل علم شامل ہیں۔ ابو سلمہ اور امام طاووس رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے احادیث بھی روایت کی ہیں۔ آپ کی کتب میں صحیفہ سجادیہ اور رسالۃ الحقوق شامل ہیں۔

4- حضرت امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ کے ہم عصر علماء و آئمہ کرام رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہم کے علم و فضل کے بارے میں کن خیالات کا اظہار فرمایا؟

جواب: آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دور کے بہت بڑے محدث امام زہری رحمۃ اللہ علیہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ آپ رحمۃ اللہ سے افضل خاندان قریش میں، میں نے کوئی نہیں دیکھا۔ مشہور تابعی حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ سیدنا علی بن حسین رحمۃ اللہ علیہ سے افضل کوئی شخص میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خاندان رسول میں علی بن حسین رحمۃ اللہ علیہ جیسا قدر و منزلت والا کوئی نہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ نے انھیں مدینہ منورہ کا نامور فقیہ قرار دیا ہے۔

5- حضرت امام حضرت امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ کی کربلا میں اپنے والد ماجد سے آخری ملاقات کا حال بیان کریں۔

جواب: 10 محرم کو نماز ظہر پر حضرت امام حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے آخری ملاقات کی، ان کو اپنی انگوٹھی سوپنی اور خاص نصیحتیں کی لیکن بیماری کی شدت کی بنا پر وہ لڑائی میں شرکت نہ کر سکے۔

6- سانحہ کربلا کے بعد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے مقصد کی تکمیل میں حضرت امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ نے کیا کردار ادا کیا؟

جواب: آپ کو خاندان کے دیگر افراد کے ساتھ دمشق میں اموی حکمران یزید کے سامنے لایا گیا۔ کوفہ اور شام میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اسلام کی حقانیت اور ظلم و عدل کے موضوع پر کئی خطبات دیے جو اپنا ایک خاص علمی، ادبی اور روحانی مقام رکھتے ہیں۔

(حصہ معروضی)

3- وضو کرتے وقت

2- تئیس سال

1- عبادت گزاروں کی زینت

5- مدینہ منورہ میں

4- اللہ تعالیٰ کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے

تفصیلی سوال کا جواب دیں۔

حضرت امام زین العابدین کی شخصیت پر نوٹ لکھیں۔

1- تعارف:

جواب: حضرت امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ نبی کریم ﷺ کے خاندان کے عظیم فرد، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے صاحب زادے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا نام علی، کنیت ابوالحسن، لقب زین العابدین (عبادت گزاروں کی زینت) اور سید الساجدین (کثرت سے سجدہ کرنے والا) ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منورہ میں 38 ہجری میں پیدا ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا شمار تابعین میں ہوتا ہے۔

2- عبادت و ریاضت:

جواب: سیدنا امام زین العابدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عبادت اور تقویٰ میں بڑی شہرت تھی، اس بنا پر انھیں "زین العابدین" کہا جاتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی عبادت و ریاضت کا یہ عالم تھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرائض ادا کرنے کے ساتھ ساتھ کثرت سے نوافل پڑھا کرتے تھے، اسی وجہ سے زین العابدین مشہور ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ جب نماز کے لیے وضو فرماتے تو چہرے کا رنگ متغیر ہو جاتا اور جسم پر لرز طاری ہو جاتا۔

3- علمی و ادبی خدمات:

جواب: مدینہ منورہ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ سے قرآن کی تفسیر، احادیث نبویہ کی روایت اور شریعت کے حلال و حرام کا علم حاصل کرنے والوں میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند امام محمد باقر رحمہ اللہ علیہ اور ان کے علاوہ زہری، عمرو بن دینار، ہشام بن عروہ، یحییٰ بن سعید رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ جیسے اہل علم شامل ہیں۔ ابو سلمہ اور امام طاووس رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے احادیث بھی روایت کی ہیں۔ آپ کی کتب میں صحیفہ سجادیہ اور رسالۃ الحقوق شامل ہیں۔

4۔ علم و فضل:

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دور کے بہت بڑے محدث امام زہری رحمۃ اللہ علیہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ آپ رحمۃ اللہ سے افضل خاندان قریش میں، میں نے کوئی نہیں دیکھا۔ مشہور تابعی حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ سیدنا علی بن حسین رحمۃ اللہ علیہ سے افضل کوئی شخص میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خانوادہ رسول میں علی بن حسین رحمۃ اللہ علیہ جیسا قدر و منزلت والا کوئی نہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ نے انھیں مدینہ منورہ کا نامور فقیہ قرار دیا ہے۔

5۔ آخری ملاقات:

جواب: 10 محرم کو نماز ظہر پر حضرت امام حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے آخری ملاقات کی، ان کو اپنی انگوٹھی سوپنی اور خاص نصیحتیں کی لیکن بیماری کی شدت کی بنا پر وہ لڑائی میں شرکت نہ کر سکے۔

6۔ مقصد کی تکمیل:

آپ کو خاندان کے دیگر افراد کے ساتھ دمشق میں اموی حکمران یزید کے سامنے لایا گیا۔ کوفہ اور شام میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اسلام کی حقانیت اور ظلم و عدل کے موضوع پر کئی خطبات دیے جو اپنا ایک خاص علمی، ادبی اور روحانی مقام رکھتے ہیں۔

7۔ وفات:

25 محرم 95ھ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے 57 برس کی عمر میں مدینہ منورہ میں وفات پائی اور اپنے چچا سیدنا حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پہلو میں جنت البقیع میں دفن ہوئے۔

2۔ حضرت امام زید بن علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

مختصر سوالات کے جوابات دیں۔

1۔ حضرت امام زید بن علی رحمۃ اللہ علیہ کا مختصر تعارف بیان کریں۔

جواب: حضرت امام زید رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اہل بیت اطہار رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں نمایاں شخصیت ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت 78 ہجری کو مدینہ منورہ میں ہوئی۔

2۔ حضرت امام زید بن علی رحمۃ اللہ علیہ کے علمی و ادبی مقام کے بارے میں حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ارشاد فرمایا؟

جواب: آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بھتیجے حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے علمی مرتبے کے بارے میں فرمایا: اللہ کی قسم! حضرت زید بن علی رحمۃ اللہ علیہ ہم میں سب سے زیادہ قرآن پڑھنے والے، اللہ کے دین کی سب سے زیادہ سمجھ رکھنے والے اور سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والے تھے۔ اللہ کی قسم دنیا اور آخرت میں اب ہم میں ان کے مثل کوئی بھی موجود نہیں اللہ میرے بچا پر رحم فرمائے وہ سردار تھے۔

3۔ حضرت امام زید بن علی رحمۃ اللہ علیہ کی دینی و معاشرتی خدمات کی وضاحت کریں۔

جواب: آپ رحمۃ اللہ علیہ قرآن مجید کے جید عالم تھے اور آپ کی علمی آراء میں قرآن مجید کو مرکزیت حاصل تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں کی ایک طویل فہرست ہے۔ آپ نے مختلف موضوعات پر متعدد کتب تصنیف فرمائیں۔ آپ کے علم اور تفقہ کا یہ عالم تھا کہ محدثین میں امام ابو داؤد، امام ترمذی، امام نسائی اور امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہم نے آپ رحمۃ اللہ علیہم سے احادیث مبارکہ روایت کی ہیں۔ حکومت اسلامیہ کے قیام اور بقا کی

جو کوششیں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم خصوصاً آپ کی داداجان حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے واقعہ کربلا 61 ہجری میں کی تھیں، اس کے تسلسل میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے وقت میں ان تھک کوششیں کیں، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دور کے مظالم کے خلاف آواز بلند کی۔

4- حضرت امام زید بن علی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے آباؤ اجداد کی سنت پر عمل کرتے ہوئے ظلم و جبر کا کس طرح مقابلہ کیا؟

جواب: حضرت امام زید بن علی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے آباؤ اجداد کی سیرت و سنت پر عمل پیرا ہو کر امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیتے ہوئے ظلم و جور کی حامل قوتوں کا خوب مقابلہ کیا اور اپنے داداجان حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح زندہ و جاوید ہو گئے۔

5- حضرت امام زید بن علی رحمۃ اللہ علیہ کی علم حدیث کے حوالے سے خدمات تحریر کریں۔

جواب: علم اصول حدیث کے ماہرین نے آپ کو حدیث روایت کرنے میں تابعین میں سے شمار کیا ہے۔ آپ کے علم اور تفقہ کا یہ عالم تھا کہ محدثین میں امام ابو داؤد، امام ترمذی، امام نسائی اور امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہم نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے احادیث مبارکہ روایت کی ہیں۔

(حصہ معروضی)

3- فقہ زید یہ

2- اٹھارہ سال

1- حلیف القرآن

5- چالیس ہزار افراد نے

4- چوالیس (44) برس

تفصیلی سوال کا جواب دیں۔

حضرت امام زید بن علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شخصیت پر نوٹ لکھیں۔

1- تعارف:

حضرت امام زید رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اہل بیت اطہار رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں نمایاں شخصیت ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت 78 ہجری کو مدینہ منورہ میں ہوئی۔

2- علمی و ادبی مقام:

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بھتیجے حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے علمی مرتبے کے بارے میں فرمایا: اللہ کی قسم! حضرت زید بن علی رحمۃ اللہ علیہ ہم میں سب سے زیادہ قرآن پڑھنے والے، اللہ کے دین کی سب سے زیادہ سمجھ رکھنے والے اور سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والے تھے۔ اللہ کی قسم دنیا اور آخرت میں اب ہم میں ان کے مثل کوئی بھی موجود نہیں اللہ میرے چچا پر رحم فرمائے وہ سردار تھے۔

3- دینی و معاشرتی خدمات:

آپ رحمۃ اللہ علیہ قرآن مجید کے جید عالم تھے اور آپ کی علمی آراء میں قرآن مجید کو مرکزیت حاصل تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں کی ایک تاویل فہرست ہے۔ آپ نے مختلف موضوعات پر متعدد کتب تصنیف فرمائیں۔ آپ کے علم اور تفقہ کا یہ عالم تھا کہ محدثین میں امام ابو داؤد، امام ترمذی، امام نسائی اور امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہم نے آپ رحمۃ اللہ علیہم سے احادیث مبارکہ روایت کی ہیں۔ حکومت اسلامیہ کے قیام اور بقا کی جو کوششیں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم خصوصاً آپ کی داداجان حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے واقعہ کربلا 61 ہجری میں کی تھیں، اس کے تسلسل میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے وقت میں ان تھک کوششیں کیں، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دور کے مظالم کے خلاف آواز بلند کی۔

4- ظلم و جبر کا مقابلہ:

حضرت امام زید بن علی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے آباؤ اجداد کی سیرت و سنت پر عمل پیرا ہو کر امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیتے ہوئے ظلم و جور کی حامل قوتوں کا خوب مقابلہ کیا اور اپنے داداجان حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح زندہ و جاوید ہو گئے۔

5۔ علم حدیث میں خدمات:

علم اصول حدیث کے ماہرین نے آپ کو حدیث روایت کرنے میں تابعین میں سے شمار کیا ہے۔ آپ کے علم اور تفقہ کا یہ عالم تھا کہ محدثین میں امام ابو داؤد، امام ترمذی، امام نسائی اور امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہم نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے احادیث مبارکہ روایت کی ہیں۔

6۔ اتحاد امت کا جذبہ:

حضرت امام زید رحمۃ اللہ علیہ میں اتحاد امت کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اکثر فرمایا کرتے تھے "واللہ میں پسند کرتا ہوں کہ رات کے تارے میرے ہاتھ لگیں اور وہاں سے گر کر میرا جسم ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے اور اللہ اس کے عوض میں امت محمدیہ میں اتحاد پیدا فرما دے۔"

7۔ فقہ زیدیہ:

"فقہ زیدیہ" آپ کی نسبت ہی سے مشہور ہے، آپ رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کے بعد یمن میں باقاعدہ طور پر آپ سے منسوب زیدی حکومت بھی قائم ہوئی۔ آپ کے پیروکاروں کی ایک بڑی تعداد یمن میں پائی جاتی ہے۔

7۔ وفات:

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے چوالیس (44) برس کی عمر میں 122 ہجری کو جام شہادت نوش کیا۔ حجاز اور شام کو ملانے والی مشہور شاہراہ موتہ کی شمال میں 22 کلومیٹر کے فاصلے پر "ربہ" کے مقام پر آپ کا مزار ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم

1۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مختصر سوالات کے جوابات دیں۔

1۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مختصر تعارف تحریر کریں۔

جواب: آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام عبد اللہ اور کنیت ابو موسیٰ تھی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد کا نام قیس اور والدہ کا نام طیبہ تھا۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یمن کے رہنے والے تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعلق یمن کے مشہور قبیلہ اشعر سے تھا۔ اسی وجہ سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اشعری مشہور ہوئے۔

2۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قبول اسلام کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟ وضاحت کریں۔

جواب: مکہ مکرمہ میں اسلام کا سورج طلوع ہونے کی خبر سن کر حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ راہ حق کی تلاش کے لیے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا۔ اسلام قبول کرنے کے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے خاندان کو دعوت دینے کے لیے یمن لوٹ گئے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کوششوں سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قبیلے کے 50 افراد نے اسلام قبول کیا۔

3۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دینی و علمی خدمات اپنے الفاظ میں تحریر کریں۔

جواب: حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں خاص قرب حاصل تھا۔ آپ ان چھ افراد میں سے تھے جن کو عہد رسالت میں فتویٰ دینے کی اجازت تھی۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ ابو موسیٰ سر تاپا علم کے رنگ میں رنگے ہوئے ہیں۔

4- حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کس قدر خوبصورت اور عمدہ لہجے میں قرآن مجید کی تلاوت کرتے تھے؟ وضاحت کریں۔

جواب: قرآن مجید کی تلاوت کے ساتھ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غیر معمولی شغف تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آواز اس قدر عمدہ تھی کہ نبی کریم ﷺ فرماتے تھے "ان کو لحن داؤدی سے حصہ ملا ہے"۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قرآن مجید کی تلاوت اس قدر خوبصورتی اور عمدہ لہجے سے کرتے تھے کہ سننے والوں پر سحر طاری ہو جاتا تھا۔

5- حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کب اور کتنے برس کی عمر میں وفات پائی؟

جواب: حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ذوالحجہ کے مہینے میں 44 ہجری کو وفات پائی۔ وفات کے وقت آپ کی عمر تقریباً 61 سال تھی۔

6- قرآن و سنت کی اشاعت کے حوالے سے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا خدمات سرانجام دیں؟

جواب: قرآن و سنت کی اشاعت اور اسے دوسروں تک پہنچانے کے لیے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ زندگی بھر کوشاں رہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اصول تھا کہ جو کچھ کسی کو معلوم ہے وہ ضرور دوسروں تک پہنچانا چاہیے۔ جہاں کہیں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چند لوگ اکٹھے مل جاتے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان تک کوئی نہ کوئی حدیث پہنچا دیتے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے 360 احادیث مروی ہیں، جن میں 50 متفق علیہ ہیں، یعنی صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں موجود ہیں۔

(حصہ معروضی)

3- چھ

2- یمن کا

1- عبد اللہ بن قیس

5- تین سو ساٹھ

4- عمدہ لہجے میں تلاوت قرآن مجید

تفصیلی سوال کا جواب دیں۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شخصیت پر نوٹ لکھیں۔

1- تعارف:

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام عبد اللہ اور کنیت ابو موسیٰ تھی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد کا نام قیس اور والدہ کا نام طیبہ تھا۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ یمن کے رہنے والے تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعلق یمن کے مشہور قبیلہ اشعر سے تھا۔ اسی وجہ سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اشعری مشہور ہوئے۔

2- قبول اسلام:

مکہ مکرمہ میں اسلام کا سورج طلوع ہونے کی خبر سن کر حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ راہ حق کی تلاش کے لیے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا۔ اسلام قبول کرنے کے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے خاندان کو دعوت دینے کے لیے یمن لوٹ گئے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کوششوں سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قبیلے کے 50 افراد نے اسلام قبول کیا۔

3- دینی و علمی خدمات:

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں خاص قرب حاصل تھا۔ آپ ان چھ افراد میں سے تھے جن کو عہد رسالت میں فتویٰ دینے کی اجازت تھی۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ "ابو موسیٰ سر تا پا علم کے رنگ میں رنگے ہوئے ہیں"۔

4۔ قرآن مجید کی تلاوت:

قرآن مجید کی تلاوت کے ساتھ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غیر معمولی شغف تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آواز اس قدر عمدہ تھی کہ نبی کریم ﷺ فرماتے تھے "ان کو لحن داؤدی سے حصہ ملا ہے"۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قرآن مجید کی تلاوت اس قدر خوبصورتی اور عمدہ لہجے سے کرتے تھے کہ سننے والوں پر سحر طاری ہو جاتا تھا۔

5۔ قرآن و سنت کی اشاعت:

قرآن و سنت کی اشاعت اور اسے دوسروں تک پہنچانے کے لیے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ زندگی بھر کوشاں رہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اصول تھا کہ جو کچھ کسی کو معلوم ہے وہ ضرور دوسروں تک پہنچانا چاہیے۔ جہاں کہیں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چند لوگ اکٹھے مل جاتے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان تک کوئی نہ کوئی حدیث پہنچا دیتے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے 360 احادیث مروی ہیں، جن میں 50 متفق علیہ ہیں، یعنی صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں موجود ہیں۔

6۔ وفات:

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ذوالحجہ کے مہینے میں 44 ہجری کو وفات پائی۔ وفات کے وقت آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر تقریباً 61 سال تھی

2۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما

مختصر سوالات کے جوابات دیں۔

1۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مختصر تعارف بیان کریں۔

جواب: آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام عبد اللہ، کنیت ابو محمد اور ابو عبد الرحمن تھی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد کا نام عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور والدہ کا نام ریطہ بنت منبہ تھا۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنے والد سے پہلے اسلام قبول کیا۔

2۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زہد و تقویٰ کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟

جواب: زہد و تقویٰ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شخصیت کا نمایاں پہلو تھا۔ رسول اللہ ﷺ کی مصاحبت سے جو وقت باقی بچتا، وہ یاد الہی میں گزارتے تھے۔ دن بھر روزے کی حالت میں رہتے اور رات عبادت میں گزارتے تھے۔

3۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اہل بیت اطہار سے محبت کا کوئی ایک واقعہ بیان کریں۔

جواب: حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مسجد نبوی میں آتے ہوئے دیکھ کر کہا: "کیا میں تمہیں اس شخص کے بارے میں آگاہ نہ کروں جو آسمان والوں کے نزدیک دنیا میں سب سے زیادہ محبوب ہے؟ لوگوں نے کہا کیوں نہیں؟ فرمایا: "وہ یہ ہیں جو تمہارے سامنے شریف لارہے ہیں یعنی حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما"۔

4۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کب اور کہاں وفات پائی؟

جواب: حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے 65 ہجری میں فسطاط میں وفات پائی۔

5۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی دینی و علمی خدمات تحریر کریں۔

جواب: حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے رسول اللہ ﷺ کے ارشادات کا ایک مجموعہ جمع کیا جسے "صحیفہ صادقہ" کہا جاتا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی احادیث کی تعداد قریباً سات سو (700) ہے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صحابہ کرام رضی اللہ

تعالیٰ عنہم میں علم و فضل کے لحاظ سے ممتاز مقام حاصل تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عبرانی زبان پر بھی عبور تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حلقہ درس میں شرکت کرنے کے لیے لوگ دور دراز کے ممالک سے سفر کر کے آتے تھے۔

(حصہ معروضی)

1- ابو عبد الرحمن 2- زہد و تقویٰ 3- آسمان والوں کے نزدیک دنیا میں سب سے زیادہ محبوب

4- حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما 5- علم و فن سے محبت

تفصیلی سوال کا جواب دیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شخصیت پر نوٹ لکھیں۔

1- تعارف:

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام عبداللہ، کنیت ابو محمد اور عبد الرحمن تھی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد کا نام عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور والدہ کا نام ریلہ بنت منبہ تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنے والد سے پہلے اسلام قبول کیا۔

2- زہد و تقویٰ:

زہد و تقویٰ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شخصیت کا نمایاں پہلو تھا۔ رسول اللہ ﷺ کی مصاحبت سے جو وقت باقی بچتا، وہ یاد الہی میں گزارتے تھے۔ دن بھر روزے کی حالت میں رہتے اور رات عبادت میں گزارتے تھے۔

3- اہل بیت اطہار سے محبت:

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مسجد نبوی میں آتے ہوئے دیکھ کر کہا: "کیا میں تمہیں اس شخص کے بارے میں آگاہ نہ کروں جو آسمان والوں کے نزدیک دنیا میں سب سے زیادہ محبوب ہے؟ لوگوں نے کہا کیوں نہیں؟ فرمایا: "وہ یہ ہیں جو تمہارے سامنے شریف لارہے ہیں یعنی حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔"

4- دینی و علمی خدمات:

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے رسول اللہ ﷺ کے ارشادات کا ایک مجموعہ جمع کیا جسے صحیفہ صادقہ کہا جاتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی احادیث کی تعداد قریباً سات سو (700) ہے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں علم و فضل کے لحاظ سے ممتاز مقام حاصل تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عبرانی زبان پر بھی عبور تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حلقہ درس میں شرکت کرنے کے لیے لوگ دور دراز کے ممالک سے سفر کر کے آتے تھے۔

5- وفات:

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے 65 ہجری میں فسطاط میں وفات پائی۔

6- حاصل کلام:

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی میں ہمارے لیے یہ سبق ہے کہ ہم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کی روشنی میں زندگی گزاریں اور دین اسلام کی ترویج و اشاعت کے لیے نمایاں کردار ادا کریں اسی میں ہماری دنیا و آخرت کی کامیابی و کامرانی ہے۔

3۔ حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مختصر سوالات کے جوابات دیں۔

1۔ حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف بیان کریں۔

جواب: آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام عمرو، کنیت ابو امیہ تھی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد کا نام امیہ بن خویلد تھا۔ حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوہ احد کے بعد نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے۔

2۔ حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سفارت کاری کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟

جواب: چھ ہجری میں نبی کریم ﷺ نے حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شاہ حبشہ نجاشی کے پاس اسلام کی دعوت کا خط دے کر بھیجا۔ اس خط میں نجاشی کو دعوت اسلام دینے کے علاوہ مہاجرین کی میزبانی کی سفارش اور حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نام نکاح کا پیغام بھی شامل تھا۔ نجاشی نے نبی کریم ﷺ کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔

3۔ حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کب اور کہاں ہوئی اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہاں دفن کیا گیا؟

جواب: حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات 60 ہجری میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور حکومت میں ہوئی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ میں دفن ہوئے۔

(حصہ معروضی)

3۔ بیس

2۔ غزوہ احد

1۔ ابو امیہ

تفصیلی سوال کا جواب دیں۔

حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شخصیت پر نوٹ لکھیں۔

1۔ تعارف:

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام عمرو، کنیت ابو امیہ تھی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد کا نام امیہ بن خویلد تھا۔ حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوہ احد کے بعد نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے۔

2۔ سفارت کاری:

چھ ہجری میں نبی کریم ﷺ نے حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شاہ حبشہ نجاشی کے پاس اسلام کی دعوت کا خط دے کر بھیجا۔ اس خط میں نجاشی کو دعوت اسلام دینے کے علاوہ مہاجرین کی میزبانی کی سفارش اور حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نام نکاح کا پیغام بھی شامل تھا۔ نجاشی نے نبی کریم ﷺ کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔

3۔ شجاعت و بہادری:

حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شجاعت و بہادری اور جرات و دلیری میں عربوں میں سے ممتاز تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے حکم سے ایک سریہ میں بھی شرکت کی۔

4۔ مروی احادیث: حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی 20 احادیث کتابوں میں موجود ہیں۔

5۔ وفات:

حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات 60 ہجری میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور حکومت میں ہوئی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ میں دفن ہوئے۔

4- حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مختصر سوالات کے جوابات دیں۔

1- حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مختصر تعارف بیان کریں۔

جواب: آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام عمرو اور والد کا نام عاص ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعلق قبیلہ قریش کی شاخ بنو سہم سے تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد اپنے قبیلہ کے سردار اور بڑے تاجر تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہجرت سے 47 برس پہلے مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔

2- حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کب اسلام قبول کیا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قبول اسلام کے وقت نبی کریم ﷺ نے

کیا ارشاد فرمایا؟

جواب: آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتح مکہ سے پہلے آٹھ ہجری میں حضرت عثمان بن ابی طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ہمراہ بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا۔ ان تینوں کے اسلام لانے پر رسول کریم ﷺ بہت خوش ہوئے اور فرمایا: "مکہ والوں نے اپنے جگر کے ٹکڑے تمہاری طرف پھینک دیے ہیں۔"

3- حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سفارت کاری کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟ وضاحت کریں۔

جواب: حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سفارت کاری کا وسیع تجربہ رکھتے تھے۔ قبول اسلام سے پہلے اور اسلام قبول کرنے کے بعد انہوں نے سفارتی مہموں میں بھرپور طریقے سے حصہ لیا۔ نبی کریم ﷺ نے ان کی صلاحیت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انہیں عمان میں سفیر بنا کر بھیجا۔ وہاں پہنچ کر انہوں نے وہاں کی حاکم سے ملاقات کی، انہیں اسلام کی دعوت دی، حضور ﷺ کا دعوت نامہ پہنچایا، جس سے متاثر ہو کر انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ خلافت راشدہ کے دور میں بھی وہ خلافت اسلامیہ کے نمائندے کی حیثیت سے رومی اور ایرانی وفود سے ملنے والے سفارت کاروں میں شامل رہے۔ تمام ادوار میں ان کی سفارت کاری بڑی نمایاں نظر آتی ہے۔

4- حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کوئی سے چار نمایاں اوصاف تحریر کریں۔

جواب: حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اعلیٰ درجے کے منتظم تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے متقی اور پرہیزگار انسان تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خوش گفتار، قادر الکلام خطیب، سیاست دان اور سپہ سالار تھے۔

5- حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مصر کیسے فتح کیا اور وہاں پر کون سی اصلاحات متعارف کروائیں؟

جواب: جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ شام تشریف لائے تو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے تنہائی میں ملاقات کی اور کہا کہ انہیں مصر پر حملہ کرنے کی اجازت دی جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں اجازت دے دی، یمن کے چار ہزار مجاہدوں کو جن کا تعلق ایک ہی قبیلہ سے تھا ان کی کمان میں دے دیا اور انہوں نے اسی وقت مجاہدین کو کوچ کرنے کا حکم دیا۔ انہوں نے مصر کی سرحد میں داخل ہو کر سب سے پہلے عریش اور اس کے بعد فرسا اور بلبس وغیرہ کے شہر فتح کیے۔ پھر مصر کے رومی سپہ سالار تھیوڈور سے سخت مقابلہ ہوا جس میں بہت سے رومی مارے گئے اور مسلمانوں کو فتح ہوئی۔ 20 ہجری میں بابل شہر فتح کیا اور 21 ہجری میں خون ریز جنگ کے بعد اسکندریہ ان کے زیر اقتدار آگیا۔

(حصہ معروضی)

3- سفارت کاری

2- حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

1- بنو سہم

5- انتالیس

4- فسطاط

تفصیلی سوال کا جواب دیں۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شخصیت پر نوٹ لکھیں۔

1- تعارف:

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام عمرو اور والد کا نام عاص ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعلق قبیلہ قریش کی شاخ بنو سہم سے تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد اپنے قبیلے کے سردار اور بڑے تاجر تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہجرت سے 47 برس پہلے مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔

2- قبول اسلام:

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتح مکہ سے پہلے آٹھ ہجری میں حضرت عثمان بن ابی طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا۔ ان تینوں کے اسلام لانے پر رسول کریم ﷺ بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ مکہ والوں نے اپنے جگر کے ٹکڑے تمہاری طرف پھینک دیے ہیں۔

3- شجاعت و بہادری:

رسول کریم ﷺ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شجاعت و بہادری کی وجہ سے بہت سے جنگوں میں انہیں مختلف ذمہ داریاں سونپیں۔ معرکہ ذات السلاسل میں 200 مجاہدین پر امیر بنا کر بھیجے گئے اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شاندار کامیابی حاصل کی۔

4- سفارت کاری:

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سفارت کاری کا وسیع تجربہ رکھتے تھے۔ قبول اسلام سے پہلے اور اسلام قبول کرنے کے بعد انہوں نے سفارتی مہموں میں بھرپور طریقے سے حصہ لیا۔ نبی کریم ﷺ نے ان کی اس صلاحیت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انہیں عمان میں سفیر بنا کر بھیجا۔ وہاں پہنچ کے انہوں نے وہاں کے حاکم سے ملاقات کی، انہیں اسلام کی دعوت دی، نبی اکرم ﷺ کا دعوت نامہ پہنچایا جس سے متاثر ہو کر کے انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ خلافت راشدہ کے دور میں بھی وہ خلافت اسلامیہ کے نمائندے کی حیثیت سے رومی اور ایرانی وفود سے ملنے والے سفارت کاروں میں شامل رہے۔ تمام ادوار میں ان کی سفارت کاری بڑی نمایاں نظر آتی ہے۔

5- فتح مصر:

جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ شام تشریف لائے تو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے تنہائی میں ملاقات کی اور کہا کہ انہیں مصر پر حملہ کرنے کی اجازت دی جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں اجازت دے دی، یمن کے چار ہزار مجاہدوں کو جن کا تعلق ایک ہی قبیلے سے تھا ان کی کمان میں دے دیا اور انہوں نے اسی وقت مجاہدین کو کوچ کرنے کا حکم دیا۔ انہوں نے مصر کی سرحد میں داخل ہو کر سب سے پہلے عریش اور اس کے بعد فرسا اور بلبس وغیرہ کے شہر فتح کیے۔ پھر مصر کے رومی سپہ سالار تھیوڈور سے سخت مقابلہ ہوا جس میں بہت سے رومی مارے گئے اور مسلمانوں کو فتح ہوئی۔ 20 ہجری میں بابل شہر فتح کیا اور 21 ہجری میں خون ریز جنگ کے بعد اسکندریہ ان کے زیر اقتدار آگیا۔

6- نمایاں اوصاف:

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اعلیٰ درجے کے منتظم تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے متقی اور پرہیزگار انسان تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خوش گفتار، قادر الکلام خطیب، سیاست دان اور سپہ سالار تھے۔

7- مروی احادیث:

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے 39 احادیث مروی ہیں۔

8- وفات:

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے 43 ہجری میں مصر میں وفات پائی۔

5- حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مختصر سوالات کے جوابات دیں۔

1- حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مختصر تعارف بیان کریں۔

جواب: آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام جابر اور کنیت ابو عبد اللہ ہے۔ آپ کی والدہ کا نام نسیبہ تھا۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد کا نام عبد اللہ تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دادا اپنے قبیلہ کے رئیس تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیت عقبہ ثانیہ میں اپنے والد کے ساتھ اسلام لائے۔

2- حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے والد کی نصیحت پر عمل کرتے ہوئے ان کا ان کا قرض کیسے ادا کیا؟

جواب: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ جب ہمارے باغ کی کھجوریں پک کر تیار ہو گئیں تو میں نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ آپ ﷺ نے میرے باغ میں تشریف لائیں اپنے دست مبارک سے قرض خواہوں میں ان کا قرض تقسیم فرمائیں اور قرض خواہ میرے والد کے قرض سے کچھ معاف فرمادیں تاکہ ہماری طرف سے قرض ادا ہو جائے۔ نبی کریم ﷺ باغ میں تشریف لائے، کھجوروں کو ایک جگہ اکٹھا کروایا، ان کے ارد گرد تین چکر لگائے اور تقسیم کرنے کا حکم دیا، قرض ادا ہو گیا لیکن کھجوروں کے ڈھیر میں کچھ کمی نہ آئی اور وہ جوں کا توں رہا۔

3- حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی بہنوں کی تربیت کا کیا اہتمام فرمایا؟

جواب: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے والد کی شہادت کے بعد ان کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے ایک بیوہ عورت سے صرف اس وجہ سے نکاح کیا تاکہ ان کی بہنوں کی تربیت کے ساتھ ساتھ گھر کا نظام بھی بہتر انداز میں چل سکے۔

4- حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دینی و علمی خدمات کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟

جواب: تحصیل علم سے فراغت کے بعد مسجد نبوی ﷺ میں درس حدیث کا آغاز کیا۔ مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، بصرہ، کوفہ اور مصر تک لوگوں نے ان سے علم حاصل کیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حلقہ درس خاص شہرت رکھتا۔ دور دراز کے شہروں سے لوگ علم حدیث کے حصول کے لیے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درس میں شرکت کرتے تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے 1540 احادیث مروی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی حدیثوں کا ایک مجموعہ "صحیفہ جابر بن عبد اللہ" کے نام سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب ہے۔

5- حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نمایاں اوصاف تحریر کریں۔

جواب: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جوش ایمانی، جرات اظہار حق، امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور اتباع سنت جیسی اعلیٰ اخلاقی خوبیوں پر فائز تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غزوات نبوی میں بڑی دلیری اور ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا۔

6- حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو علم حاصل کرنے کا کتنا شوق تھا؟ اپنے الفاظ میں بیان کریں۔

جواب: آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو علم حدیث کا اس قدر شوق تھا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک حدیث سننے کے لیے مہینوں کی مسافت طے کرتے تھے۔ حضرت عبد اللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک حدیث کی روایت موجود تھی اور وہ شام میں رہتے تھے۔ جب حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معلوم ہوا تو انہوں نے ایک اونٹ خرید ا طویل سفر طے کر کے ان کے پاس پہنچے اور وہ حدیث سنی۔

(حصہ معروضی)

5- پندرہ سو چالیس

4-74 ہجری

3-19

2-أحد

1-عبد اللہ

تفصیلی سوال کا جواب دیں۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شخصیت پر نوٹ لکھیں۔

1۔ تعارف:

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام جابر اور کنیت ابو عبد اللہ ہے۔ آپ کی والدہ کا نام نسیمہ تھا۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد کا نام عبد اللہ تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دادا اپنے قبیلہ کے رئیس تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیت عقبہ ثانیہ میں اپنے والد کے ساتھ اسلام لائے۔

2۔ والد کی نصیحت پر عمل:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ جب ہمارے باغ کی کھجوریں پک کر تیار ہو گئیں تو میں نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ آپ ﷺ نے میرے باغ میں تشریف لائیں اپنے دست مبارک سے قرض خواہوں میں ان کا قرض تقسیم فرمائیں اور قرض خواہ میرے والد کے قرض سے کچھ معاف فرمادیں تاکہ ہماری طرف سے قرض ادا ہو جائے۔ نبی کریم ﷺ باغ میں تشریف لائے، کھجوروں کو ایک جگہ اکٹھا کروایا، ان کے ارد گرد تین چکر لگائے اور تقسیم کرنے کا حکم دیا، قرض ادا ہو گیا لیکن کھجوروں کے ڈھیر میں کچھ کمی نہ آئی اور وہ ویسا ہی رہا۔

3۔ بہنوں کی تربیت:

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے والد کی شہادت کے بعد ان کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے ایک بیوہ عورت سے صرف اس وجہ سے نکاح کیا تاکہ ان کی بہنوں کی تربیت کے ساتھ ساتھ گھر کا نظام بھی بہتر انداز میں چل سکے۔

4۔ علم حاصل کرنے کا شوق:

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو علم حدیث کا اس قدر شوق تھا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک حدیث سننے کے لیے مہینوں کی مسافت طے کرتے تھے۔ حضرت عبد اللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک حدیث کی روایت موجود تھی اور وہ شام میں رہتے تھے۔ جب حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معلوم ہوا تو انہوں نے ایک اونٹ خرید ا طویل سفر طے کر کے ان کے پاس پہنچے اور وہ حدیث سنی۔

5۔ حلقہ درس:

تحصیل علم سے فراغت کے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد نبوی ﷺ میں درس حدیث کا آغاز کیا۔ مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، بصرہ، کوفہ اور مصر تک کے لوگوں نے آپ سے علم حاصل کیا ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حلقہ درس خاص شہرت رکھتا تھا۔ دور دراز کے شہروں سے لوگ علم حدیث کے حصول کے لیے آپ کے درس میں شرکت کرتے تھے۔

6۔ نمایاں اوصاف:

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جوش ایمانی، جرات اظہار حق، امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور اتباع سنت جیسی اعلیٰ اخلاقی خوبیوں پر فائز تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غزوات نبوی میں بڑی دلیری اور ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا۔

7۔ مروی احادیث:

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے 1540 احادیث مروی ہیں۔ رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کی حدیثوں کا ایک مجموعہ صحیفہ جابر بن عبد اللہ کے نام سے آپ کی طرف منسوب ہے۔

8۔ وفات:

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات 74 ہجری میں ہوئی۔

6- حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مختصر سوالات کے جوابات دیں۔

1- حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نبی کریم ﷺ سے محبت کا کیا عالم تھا؟ وضاحت کریں۔

جواب: حضور اکرم ﷺ سے محبت کا یہ عالم تھا کہ صبح اٹھ کر کاشانہ نبوت کی زیارت سے آنکھوں کو ٹھنڈا کرتے تھے، صبح کاذب کی تاریکی میں حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ کم سن بچہ بستر راحت سے اٹھتا اور نبی کریم ﷺ کا سامان وضو مہیا کرنے کے لیے مسجد نبوی کا راستہ لیتا تھا۔ ایام شباب (جوانی) میں ان کی محبت کی کوئی حد نہ تھی وہ شمع نبوت پر پروانہ وار فدا تھے۔

2- حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کتنے سال نبی کریم ﷺ کی خدمت کی؟

جواب: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم ﷺ کی وفات تک اپنے فرض کو بخوبی سرانجام دیا، وہ کم و بیش 10 برس نبی کریم ﷺ کی خدمت میں رہے اور انہیں ہمیشہ اس شرف پر ناز رہا۔

3- نبی کریم ﷺ کے در اقدس پر حاضری کے حوالے سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کیا معمول تھا؟

جواب: آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا معمول تھا کہ فجر کی نماز سے پہلے در اقدس پر حاضر ہو جاتے اور دوپہر کو اپنے گھر واپس آتے، ظہر کے وقت پھر حاضر ہوتے اور عصر تک رہتے، نماز عصر پڑھ کر اپنے گھر کا رخ کرتے۔

4- نبی کریم ﷺ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے کیا دعا فرمائی؟ اور اس سے انہیں کیا برکات حاصل ہوئی؟

جواب: نبی کریم ﷺ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے دیر تک دعا کی اور آخر میں یہ کلمات زبان مبارک سے ارشاد فرمائے: ترجمہ: اے اللہ انس کے مال میں اضافہ فرما اور اس کی اولاد زیادہ کر اور جو تو نے اس کو عطا فرمایا ہے، اس میں برکت دے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ دو باتیں پوری ہوئیں اور تیسری کا منتظر ہوں۔ مال کی یہ حالت تھی کہ انصار میں کوئی شخص ان کے برابر مالدار نہ تھا۔ اولاد میں اس قدر برکت تھی کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹوں، بیٹیوں اور پوتے اور پوتیوں کی تعداد 100 سے زیادہ تھی۔

5- حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی چند صفات بیان کریں۔

جواب: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طبیعت فیاض تھی۔ آپ نہایت ملنسار اور صبر و استقامت والے تھے۔ گفتگو بہت سادہ اور راست گوئی سے فرماتے تھے۔ حب رسول ﷺ، اتباع سنت، امر بالمعروف اور حق گوئی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نمایاں وصف تھے۔

6- حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی علمی و دینی خدمات اپنے الفاظ میں تحریر کریں۔

جواب: علم حدیث کی طرح آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو علم فقہ میں بھی کمال حاصل تھا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حدیث روایت کرنے میں انتہائی اہم مقام حاصل تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شمار ان جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں ہوتا ہے جن کو نبی کریم ﷺ نے حدیث قلم بند کرنے کی تلقین فرمائی اور انہوں نے آپ ﷺ کے اقوال کو لکھ کر محفوظ فرمایا۔

(حصہ معروضی)

3- انس

2- حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا

1- ابو حمزہ

5- خادم رسول

4- فقہ

تفصیلی سوال کا جواب دیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شخصیت پر جامع نوٹ لکھیں۔

1- تعارف:

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام انس، کنیت ابو حمزہ اور لقب خادم رسول ﷺ ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعلق بنو نجار سے تھا جو انصار مدینہ کا ایک معزز قبیلہ تھا۔

2- خدمت رسول ﷺ:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم ﷺ کی وفات تک اپنے فرض کو بخوبی سرانجام دیا، وہ کم و بیش 10 برس نبی کریم ﷺ کی خدمت میں رہے اور انہیں ہمیشہ اس شرف پر ناز رہا۔

3- در اقدس پر حاضری:

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا معمول تھا کہ فجر کی نماز سے پہلے در اقدس پر حاضر ہو جاتے اور دوپہر کو اپنے گھر واپس آتے، ظہر کے وقت پھر حاضر ہوتے اور عصر تک رہتے، نماز عصر پڑھ کر اپنے گھر کا رخ کرتے۔

4- نبی کریم ﷺ کی دعا:

نبی کریم ﷺ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے دیر تک دعا کی اور آخر میں یہ کلمات زبان مبارک سے ارشاد فرمائے: ترجمہ: "اے اللہ انس کے مال میں اضافہ فرما اور اس کی اولاد زیادہ کر اور جو تو نے اس کو عطا فرمایا ہے، اس میں برکت دے۔" حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ دو باتیں پوری ہوئیں اور تیسری کا منتظر ہوں۔ مال کی یہ حالت تھی کہ انصار میں کوئی شخص ان کے برابر مالدار نہ تھا۔ اولاد میں اس قدر برکت تھی کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹوں، بیٹیوں اور پوتے اور پوتیوں کی تعداد 100 سے زیادہ تھی۔

5- نبی کریم ﷺ سے محبت:

حضور اکرم ﷺ سے محبت کا یہ عالم تھا کہ صبح اٹھ کر کاشانہ نبوت کی زیارت سے آنکھوں کو ٹھنڈا کرتے تھے، صبح کاذب کی تاریکی میں حضرت ام سلیم کا یہ کم سن بچہ بستر راحت سے اٹھتا اور نبی کریم ﷺ کا سامان وضو مہیا کرنے کے لیے مسجد نبوی کا راستہ لیتا تھا۔ ایام شباب میں ان کی محبت کی کوئی حد نہ تھی وہ شمع نبوت پر پروانہ وار فدا تھے۔

6- دینی و علمی خدمات:

علم حدیث کی طرح آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو علم فقہ میں بھی کمال حاصل تھا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حدیث روایت کرنے میں انتہائی اہم مقام حاصل تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شمار ان جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں ہوتا ہے جن کو نبی کریم ﷺ نے حدیث قلم بند کرنے کی تلقین فرمائی اور انہوں نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اقوال کو لکھ کر محفوظ فرمایا۔

7- نمایاں اوصاف:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طبیعت فیاض تھی۔ آپ نہایت ملنسار اور صبر و استقامت والے تھے۔ گفتگو بہت سادہ اور راست گوئی سے فرماتے تھے۔ حب رسول ﷺ، اتباع سنت، امر بالمعروف اور حق گوئی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نمایاں وصف تھے۔

8- وفات: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے 93 ہجری میں وفات پائی۔ بصرہ میں وصال فرمانے والے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آخری صحابی رسول ہیں۔

صحابیات رضی اللہ تعالیٰ عنہن

(حضرت شفاء، حضرت ام سلیم، حضرت ام عطیہ، حضرت ام ایمن، حضرت ام عمارہ اور حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہن)

مختصر سوالات کے جوابات دیں۔

1- حضرت شفاء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مختصر تعارف بیان کریں۔

جواب: آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نام شفاء اور والد کا نام عبد اللہ بن عبد شمس تھا۔ حضرت شفاء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی والدہ کا نام فاطمہ بنت وہب تھا۔ حضرت شفاء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح حضرت ابو حشمہ بن حذیفہ عدوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ہجرت سے قبل اسلام قبول کیا۔

2- حضرت شفاء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نبی کریم ﷺ سے محبت کا کیا عالم تھا؟

جواب: حضرت شفاء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو نبی کریم ﷺ سے بہت محبت تھی۔ انہوں نے نبی کریم ﷺ کے لیے علیحدہ بچھونا بنا رکھا تھا جس پر آپ ﷺ تشریف فرما ہوتے اور اس میں آپ ﷺ کا پسینہ جذب ہوتا تھا جس سے خوشبو آتی رہتی تھی۔

3- حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے غزوات میں کیا خدمات سرانجام دیں۔

جواب: حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے غزوات میں بھی حصہ لیا۔ نبی کریم ﷺ انصار کی چند عورتوں اور خصوصاً حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو غزوات میں ساتھ رکھتے تھے۔ یہ خواتین لوگوں کو پانی پلاتی اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں۔ غزوہ احد، غزوہ خیبر اور غزوہ حنین میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے شرکت فرمائی۔

4- حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نبی کریم ﷺ سے محبت کا کوئی ایک واقعہ تحریر کریں۔

جواب: حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو نبی کریم ﷺ سے بہت محبت تھی۔ نبی کریم ﷺ ان کے ہاں تشریف لے جاتے تھے۔ ایک دفعہ نبی کریم ﷺ نے ان کے ہاں پانی کی مشک سے منہ لگا کر پانی پیا تو انہوں نے مشک کا وہ ٹکڑا کٹ کر اپنے پاس محفوظ کر لیا، کیونکہ نبی کریم ﷺ کے ہونٹ مبارک اس سے مس ہوئے تھے۔

5- حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مختصر تعارف بیان کریں۔

جواب: آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نام نسیبہ بنت حارث تھا، کنیت ام عطیہ تھی، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا تعلق انصار کے قبیلہ ابو مالک بن النجار سے تھا۔ حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہجرت مدینہ سے قبل مسلمان ہوئیں۔

6- حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا عہد نبوی میں کیا خدمات انجام دیتی تھیں؟

جواب: حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا عہد رسالت میں سات معرکوں میں شریک ہوئیں، جن میں وہ مردوں کے لیے کھانا پکاتیں، سامان کی حفاظت، مریضوں کی تیمارداری اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں۔

7- نبی کریم ﷺ کے وصال کے وقت حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے رونے کا سبب کیا تھا؟

جواب: 11 ہجری میں نبی کریم ﷺ نے وصال فرمایا تو حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا سخت مغموم تھیں اور رو رہی تھیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پوچھنے پر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا میں تو اس لیے رو رہی ہوں کہ اب وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا ہے۔

8- حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اسلام کے لیے دو خدمات بیان کریں۔

جواب: حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ ہجرت کے بعد مدینہ منورہ واپس آئیں تو غزوہ احد میں شرکت کی۔ اس موقع پر وہ لوگوں کو پانی پلاتیں اور زخمیوں کی تیمارداری کرتی تھیں۔ غزوہ خیبر میں بھی شریک ہوئیں۔

9- حضرت ام عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مختصر تعارف تحریر کریں۔

جواب: آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نام نسیبہ اور کنیت ام عمارہ تھی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا تعلق قبیلہ بنو نجار سے تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیعت عقبہ ثانیہ میں شرکت کی۔ اس بیعت میں 73 مرد اور دو عورتیں شامل تھیں۔ حضرت ام عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بھی ان ہی میں شمار ہوتا ہے۔

10- حضرت ام عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے غزوات میں کیا خدمات سرانجام دیں۔

جواب: آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا غزوہ احد میں شریک ہوئی اور نہایت بہادری سے لڑیں۔ وہ مشک میں پانی بھر کر لوگوں کو پلا رہی تھی تو نبی کریم ﷺ کے پاس پہنچیں اور سینہ سپر ہو گئیں، کفار جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کرتے تھے تو تیر اور تلوار سے روکتی تھی۔

11- ہجرت مدینہ میں حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کیا کردار ادا کیا؟

جواب: حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے نبی کریم ﷺ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہجرت کے لیے سفر کا سامان تیار کیا، دو تین دن کا کھانا ساتھ رکھنا طاق (کمر بند) جس کو عرب عورتیں کمر پر لپیٹتی ہیں پھاڑ کر اس سے برتن کا منہ باندھا، یہ وہ شرف تھا جس کی بنا پر آج تک ان کو ذات النطاقین (دو کمر بند والی) کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

12- حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نمایاں اور صاف تحریر کریں۔

جواب: حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نیک طبع خاتون تھیں، حق گوئی ان کا خاص شعار تھا۔ نہایت صابرہ تھیں۔ حجاج بن یوسف جیسے ظالم اور جابر کے سامنے انہوں نے حق گوئی سے کام لیا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شہادت ایک ماں کے لیے قیامت سے قیامت نہ تھی لیکن اس پر انہوں نے جس عزم و ہمت و صبر و تحمل اور استقلال سے کام لیا اس کی مثال تاریخ میں بہت کم ملتی ہے۔ حد درجہ خوددار، باہمت اور تواضع و انکسار کی پیکر تھیں۔

(حصہ معروضی)

- | | | | |
|--------------------------------------|--|--------------------------------------|----------------|
| 1- عبداللہ | 2- بارہ | 3- حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا | 4- مشک کا ٹکڑا |
| 5- حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا | 6- حبشہ | 7- زخمیوں کو پانی پلانے کی | 8- بیٹے |
| 9- حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا | 10- حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما | | |

تفصیلی سوال کا جواب دیں۔

درج ذیل صحابیات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی شخصیت پر نوٹ لکھیں۔

1- حضرت شفا بنت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

1- تعارف:

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نام شفا اور والد کا نام عبداللہ بن عبد شمس تھا۔ حضرت شفاء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی والدہ کا نام فاطمہ بنت وہب تھا۔ حضرت شفاء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح حضرت ابو حشمہ بن حذیفہ عدوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ہجرت سے قبل اسلام قبول کیا۔

2- نبی کریم ﷺ سے محبت:

حضرت شفاء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو نبی کریم ﷺ سے بہت محبت تھی۔ انہوں نے نبی کریم ﷺ کے لیے علیحدہ بچھونا بنا رکھا تھا، جس پر آپ ﷺ تشریف فرما ہوتے اور اس میں آپ ﷺ کا پسینہ جذب ہوتا تھا، جس سے خوشبو آتی رہتی تھی، حضور اکرم ﷺ کی استعمال کردہ چیزیں یقیناً بڑی متبرک تھیں، حضرت شفاء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بعد ان کی اولاد نے ان تبرکات کو نہایت محبت و عقیدت سے محفوظ رکھا۔

3- مکان کا تحفہ:

نبی کریم ﷺ نے حضرت شفاء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ایک مکان بھی عنایت فرمایا تھا، جس میں وہ اپنے بیٹے کے ساتھ رہائش پذیر تھیں۔

4- علم و فضل:

زمانہ جاہلیت میں بھی حضرت شفاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھنا پڑھنا جانتی تھی اور مشہور طبیبہ بھی تھیں۔

5- مرویات:

حضرت شفاء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے نبی کریم ﷺ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے چند احادیث بھی روایت کی ہیں۔ حضرت شفاء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مرویات کی تعداد 12 ہے۔

6- وفات: حضرت شفاء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات 20 ہجری میں عہد فاروقی میں ہوئی۔

2- حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا

1- تعارف:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نام سہلہ یار ملہ تھا۔ آپ کی کنیت ام سلیم اور لقب غمیصا اور رمیصا تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے والد کا نام طحان بن خالد تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی والدہ کا نام ملیکہ بنت مالک تھا۔

2- نکاح:

حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا پہلا نکاح مالک بن نضر سے ہوا۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مدینہ منورہ میں اسلام قبول کیا۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں نکاح کا پیغام بھیجا لیکن آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اسلام قبول کرنے کی شرط عائد کی۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام قبول کر لیا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کو اپنا مہر معاف کرتے ہوئے کہا: "میرا مہر اسلام" ہے۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے صاحبزادے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں خدمت کے لیے پیش کیا جنہوں نے دس برس تک آپ ﷺ کی خوب خدمت کی۔

3- غزوات میں خدمات:

حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے غزوات میں بھی حصہ لیا۔ نبی کریم ﷺ انصار کی چند عورتوں اور خصوصاً حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو غزوات میں ساتھ رکھتے تھے۔ یہ خواتین لوگوں کو پانی پلاتی اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں، غزوہ احد، غزوہ خیبر اور غزوہ حنین میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے شرکت فرمائی۔

4- فضیلت:

حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی فضیلت بیان کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ ارشاد فرمایا: میں جنت میں گیا تو مجھے آہٹ محسوس ہوئی میں نے کہا کون ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ غمیصا بنت طحان ہیں۔

5۔ علم و فضل:

حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے چند حدیثیں بھی مروی ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مسائل دریافت کرتے تھے۔

6۔ نبی کریم ﷺ سے محبت:

حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو نبی کریم ﷺ سے بہت محبت تھی۔ نبی کریم ﷺ ان کے ہاں تشریف لے جاتے تھے۔ ایک دفعہ نبی کریم ﷺ نے ان کے ہاں پانی کی مشک سے منہ لگا کر پانی پیا تو انہوں نے مشک کا وہ ٹکڑا کاٹ کر اپنے پاس محفوظ کر لیا کیونکہ نبی کریم ﷺ کے ہونٹ مبارک اس سے مس ہوئے تھے۔

7۔ صفات:

حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نہایت صابرہ، مستقل مزاج اور سخاوت کرنے والی خاتون تھیں۔

8۔ وفات:

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خلافت راشدہ کے ابتدائی دور میں وفات پائی۔

3۔ حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

1۔ تعارف:

آپ کا نام نسیبہ بنت حارث تھا، کنیت ام عطیہ تھی، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا تعلق انصار کے قبیلہ ابومالک بن النجار سے تھا۔

2۔ قبول اسلام:

حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہجرت مدینہ سے قبل مسلمان ہوئیں۔

3۔ خدمات:

حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا عہد رسالت میں سات معرکوں میں شریک ہوئیں، جن میں وہ مردوں کے لیے کھانا پکاتیں، سامان کی حفاظت، مریضوں کی تیمارداری اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں۔

4۔ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو غسل:

8 ہجری میں نبی کریم ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انتقال ہوا تو حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور چند عورتوں نے مل کر ان کو غسل دیا۔

5۔ علم و فضل:

حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے چند حدیثیں بھی روایت کی ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور تابعین کرام رحمۃ اللہ علیہم ان سے میت نہلانے کا طریقہ سیکھتے تھے۔

6۔ احکام نبوی ﷺ کی پابندی:

حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا احکام نبوی کی خصوصی پابندی کرتی تھیں۔ نبی کریم ﷺ نے بیعت لیتے ہوئے جن امور کا ان سے وعدہ لیا تھا انہوں نے ہمیشہ ان کے پاس داری کی۔

7۔ وفات:

حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات عہد عثمانی میں بصرہ میں ہوئی۔

4- حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا

1- تعارف:

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نام برقا اور کنیت ام ایمن ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حبشہ کی رہنے والی تھیں۔ حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا نبی کریم ﷺ کے والد گرامی حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خادمہ تھیں۔ حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا بچپن سے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ رہیں اور جب ان کا انتقال ہوا تو حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس رہنے لگیں۔ اس کے بعد دائرہ اسلام میں داخل ہونے کا شرف حاصل کیا۔ بچپن میں نبی کریم ﷺ کی انہوں نے ہی پرورش کی۔

2- نکاح اور اولاد:

حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شوہر کے انتقال کے بعد ان کا نکاح حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دو بیٹے تھے، حضرت ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے شوہر سے تھے۔ وہ صحابی رسول تھے اور غزوہ خیبر میں شہید ہوئے۔ دوسرے بیٹے حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم ﷺ کے محبوب خاص تھے۔ نہایت جلیل القدر صحابی تھے اور نبی کریم ﷺ کو ان سے بہت محبت تھی۔

3- وصال نبوی ﷺ کا غم:

11 ہجری میں نبی کریم ﷺ نے وصال فرمایا تو حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا سخت مغموم تھیں اور رو رہی تھیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سمجھایا کہ رسول اللہ ﷺ کے لیے اللہ تعالیٰ کے پاس بہتر چیز موجود ہے، تو آپ فرمانے لگیں: یہ خوب معلوم ہے اور یہ رونے کا سبب بھی نہیں، میں تو اس لیے رو رہی ہوں کہ اب وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اس جواب کا اس قدر اثر ہوا کہ وہ بھی ان کے ساتھ مل کر زار و قطار رونے لگے۔

4- دینی خدمات:

حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ ہجرت کے بعد مدینہ منورہ واپس آئیں تو غزوہ احد میں شرکت کی۔ اس موقع پر وہ لوگوں کو پانی پلاتیں اور زخمیوں کی تیمارداری کرتی تھیں۔ غزوہ خیبر میں بھی شریک ہوئیں۔ حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے نبی کریم ﷺ سے چند حدیثیں بھی روایت کی ہیں۔

5- مقام و مرتبہ:

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نہایت عمدہ اخلاق کی مالک تھیں۔ نبی کریم ﷺ ان کی نہایت عزت کرتے، آپ ﷺ فرماتے تھے کہ ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا میری ماں ہیں۔ نبی کریم ﷺ اکثر و بیشتر ان کے مکان پر خود تشریف لے جاتے تھے۔

6- وفات: آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات عہد عثمانی میں مدینہ منورہ میں ہوئی اور جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔

5- حضرت ام عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

1- تعارف:

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نام نسیمہ اور کنیت ام عمارہ تھی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا تعلق قبیلہ بنو نجار سے تھا۔

2- بیعت عقبہ میں شرکت:

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیعت عقبہ میں شرکت کی۔ بیت عقبہ میں 73 مرد اور 2 عورتیں شامل تھیں۔ حضرت ام عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

کا بھی ان ہی میں شمار ہوتا ہے۔

3۔ غزوات میں شرکت:

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا غزوہ احد میں شریک ہوئیں اور نہایت بہادری سے لڑیں۔ وہ مشک میں پانی بھر کر لوگوں کو پلا رہی تھیں تو نبی کریم ﷺ کے پاس پہنچیں اور سینہ سپر ہو گئیں، کفار جب نبی کریم ﷺ پر حملہ کرتے تو تیر اور تلوار سے روکتی تھیں۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ میں نے احد میں ام عمارہ کو اپنے دائیں اور بائیں لڑتے ہوئے دیکھا۔ غزوہ احد میں انہوں نے ایک کافر کو قتل کیا تھا۔ حضرت ام عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیعت رضوان، غزوہ خیبر اور فتح مکہ میں بھی شرکت کی۔

4۔ جنگ یمامہ میں شرکت:

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں یمامہ کی جنگ پیش آئی۔ یہ جنگ مسیلمہ کذاب کے خلاف لڑی گئی جو نبوت کا جھوٹا دعوے دار تھا۔ حضرت ام عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے ایک بیٹے حبیب کو لے کر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ روانہ ہوئیں۔ جب مسیلمہ کذاب نے ان کے بیٹے کو شہید کر دیا تو انہوں نے منت مانی کہ یا مسیلمہ کذاب قتل ہو گا یا وہ خود جان دے دیں گی۔ یہ کہہ کر تلوار کھینچ لی اور میدان جنگ کی طرف روانہ ہوئیں اور اس بہادری سے مقابلہ کیا کہ انہیں کئی زخم آئے یہاں تک کہ ایک ہاتھ کٹ گیا اس جنگ میں مسیلمہ کذاب بھی مارا گیا۔

5۔ مرویات: آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے چند احادیث بھی مروی ہیں۔

6۔ وفات: آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات 13 ہجری میں مدینہ منورہ میں ہوئی اور انہیں جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔

6۔ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا

1۔ تعارف:

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نام اسماء اور لقب ذات النطاقین ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی ہیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہجرت سے 27 سال پہلے مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے شوہر کی طرح اسلام قبول کرنے میں سبقت کی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ایمان لانے والوں میں اٹھارواں نمبر تھا۔

2۔ لقب "ذات النطاقین" کی وجہ:

جب نبی کریم ﷺ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رفیق سفر تھے۔ آپ ﷺ دو پہر کو ان کے گھر تشریف لائے اور ہجرت کا خیال ظاہر فرمایا۔ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سفر کا سامان تیار کیا، دو تین دن کا کھانا ساتھ رکھا، نطاق (کمر بند) جس کو عرب عورتیں کمر پر لپیٹی ہیں پھاڑ کر اس سے برتن کا منہ باندھا۔ یہ وہ شرف تھا کہ جس کی بنا پر آج تک ان کو ذات النطاقین (دو کمر بند والی) کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

3۔ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت:

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا مدینہ منورہ پہنچ کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور قبائ میں قیام کیا۔ یہاں حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے، ان کو لے کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ آپ ﷺ نے حضرت عبد اللہ کو گود میں لیا، گھٹی دی اور ان کے لیے دعا فرمائی۔

4- حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت:

عہد بنو امیہ میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر دیا گیا اور حجاج بن یوسف نے ان کی لاش کو سولی پر لٹکا دیا۔ تین دن گزرنے پر حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنی کنیز کو ساتھ لے کر اپنے بیٹے کی لاش پر آئیں۔ لاش الٹی لٹکی تھی۔ دل تھام کر اس منظر کو دیکھا اور نہایت استقلال سے کہا "کیا اس سوار کے گھوڑے سے اترنے کا ابھی وقت نہیں آیا"۔

5- نمایاں اوصاف:

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نیک طبع خاتون تھیں، حق گوئی ان کا خاص شعار تھا، حجاج بن یوسف جیسے ظالم اور جابر کے سامنے وہ حق گوئی سے کام لیتی تھیں۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت ایک ماں کے لیے قیامت تھی لیکن اس میں انہوں نے جس عزم و ہمت، صبر و تحمل اور استقلال سے کام لیا اس کی مثال تاریخ میں بہت کم ملتی ہے۔ حد درجہ خود دار، باہمت اور تواضع انکسار کی پیکر تھیں۔

6- مرویات: حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے نبی کریم ﷺ سے 56 احادیث روایت کی ہیں۔

7- وفات: حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے 73 ہجری میں 100 سال کی عمر میں وفات پائی۔

صوفیہ کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم

(ابوالقاسم قشیری، شیخ فرید الدین عطار، خواجہ نظام الدین دہلوی، سید عبداللطیف کاظمی (المعروف امام بری)، مولانا

عبدالرحمن جامی اور لال شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ)

مختصر سوالات کے جوابات دیں۔

1- حضرت امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ کا مختصر تعارف بیان کریں۔

جواب: آپ رحمۃ اللہ علیہ کا نام عبدالکریم تھا۔ اپنے آباؤ اجداد میں ایک بزرگ قشیری وجہ سے قشیری معروف ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی کنیت ابوالقاسم ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش 986ء میں ایران کے علاقے نیشاپور کے قریب استوانامی بستی میں ہوئی۔

2- حضرت امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ کی دو تصانیف کے نام لکھیں۔

جواب: "التیسیر فی علم التفسیر اور لطائف الاشارات فی تفسیر القرآن" علم تفسیر میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی نمایاں کتب ہیں۔

3- حضرت خواجہ نظام الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا مختصر تعارف تحریر کریں۔

جواب: آپ رحمۃ اللہ علیہ برصغیر پاک و ہند میں سلسلہ چشتیہ کے معروف صوفی بزرگ ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اہل بیت کے چشم و چراغ ہیں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا نام محمد نظام الدین، والد کا نام احمد بخاری، سلطان الاولیاء اور محبوب الہی مشہور القابات ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے

آباؤ اجداد بخارا سے ہجرت کر کے بدایون آباد ہوئے، وہیں بدایون میں 1237ء میں آپ کی پیدائش ہوئی۔

4- اشاعت اسلام اور تزکیہ نفس کے حوالے سے حضرت خواجہ نظام الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات تحریر کریں۔

جواب: آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پوری زندگی طلب علم، عبادات، ریاضت و مجاہدہ اور لوگوں کی تربیت و اصلاح میں گزار دی، آپ متقی،

پرہیزگار، صاحب سخاوت و ایثار، دلجوئی کرنے والے، عفو و درگزر سے کام لینے والے، حلیم و بردبار اور حسن سلوک کے پیکر تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے

ملفوظات سے تزکیہ نفس اور روحانی آثار واضح ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کچھ ملے تو جمع نہ کرو، نہ ملے تو فکر نہ کرو، امید رکھو کہ اللہ تعالیٰ ضرور

عطا فرمائے گا۔ کسی کی برائی نہ کرو، بلا ضرورت قرض نہ لو، ظلم کے بدلے عطا کرو۔

5- حضرت شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کی دو تصانیف کے نام تحریر کریں۔

جواب: تذکرۃ الاولیاء، پندنامہ اور منطق الطیر آپ کی مشہور اصلاحی کتب ہیں، جن کا موضوع حالات اولیاء، نصیحت اور تصوف ہے۔

6- حضرت شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کو "عطار" کیوں کہا جاتا ہے۔

جواب: عطار کا لقب آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پیشے کی وجہ سے مشہور ہوا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ خوشبو اور ادویہ سازی کے ماہر تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مطب سے سینکڑوں لوگ روزانہ فیض یاب ہوتے تھے۔

7- حضرت شاہ عبداللطیف رحمۃ اللہ علیہ کے والدین کے نام تحریر کریں۔

جواب: آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی کا اسم مبارک سید سخی محمود بادشاہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ اور والدہ ماجدہ کا نام سیدہ غلام کاظمی رحمۃ اللہ علیہا ہے۔

8- حضرت شاہ عبداللطیف رحمۃ اللہ علیہ کی تبلیغی خدمات تحریر کریں۔

جواب: حضرت سید عبداللطیف کاظمی قادری رحمۃ اللہ علیہ نے بہت سے علاقوں کا تبلیغی دورہ کیا جن میں کشمیر، بدخشاں، بخارا، مشہد، بغداد اور دمشق شامل ہیں آپ حج کی غرض سے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ گئے اور تقریباً 25 سال کی عمر میں واپس تشریف لائے۔ حضرت سید عبداللطیف کاظمی قادری رحمۃ اللہ علیہ نے نورپور شاہاں میں قیام کے دوران میں اسلامی تعلیمات کے ذریعے سے لاتعداد غیر مسلموں کے دلوں میں اسلام کی شمع روشن کی۔

9- حضرت مولانا عبدالرحمن جامی رحمۃ اللہ علیہ کی نبی کریم ﷺ سے عقیدت و محبت بیان کریں۔

جواب: مولانا عبدالرحمن جامی رحمۃ اللہ علیہ کو نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس سے بہت زیادہ عقیدت و محبت تھی۔ انہوں نے نبی کریم ﷺ کی محبت میں نعتیہ کلام بھی لکھا ہے۔ ان کی فارسی میں معروف نعت کا شعر ہے:

ترجمہ: اے باد نسیم جب تیرا شہر بطحا سے گزر ہو میرے احوال (حالات) سرکار کی خدمت میں بیان کرنا۔

10- حضرت مولانا عبدالرحمن جامی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور کتاب کا نام لکھیں۔

جواب: علم النجوم "شرح ملا جامی" آپ رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور تصنیف ہے۔

11- حضرت لال شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ نسب کن سے ملتا ہے؟

جواب: حضرت لال شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ نسب 13 واسطوں سے حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا ہے۔

12- حضرت لال شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمی حالات مختصر بیان کریں۔

جواب: حضرت عثمان بن کبیر المعروف شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے سات سال کی عمر ہی میں قرآن مجید حفظ کر لیا تھا۔ قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد آپ نے بہت ہی قلیل عرصے میں مروجہ عربی و فارسی علوم میں بھی مکمل دسترس حاصل کر لی۔

(حصہ معروضی)

- | | | | |
|------------------------|------------------|-------------------|--|
| 1- سلطان الاولیاء | 2- بدایون | 3- علوم القرآن پر | 4- رسالہ قشیریہ |
| 5- تذکرۃ الاولیاء | 6- ہندو | 7- علم نحو کا | 8- حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ |
| 9- دوزخ میں نہ جائے گا | 10- عثمان مروندی | | |

تفصیلی سوال کا جواب دیں۔

درج ذیل شخصیات پر نوٹ لکھیں۔

1- حضرت ابو القاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ

1- تعارف:

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا نام عبدالکریم تھا۔ اپنے آباؤ اجداد میں ایک بزرگ قشیری وجہ سے قشیری معروف ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی کنیت ابو القاسم ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش 986ء میں ایران کے علاقے نیشاپور کے قریب استوانامی بستی میں ہوئی۔ بچپن ہی میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد وفات پا گئے۔

2- حصول علم:

امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے دین و تصوف کی بنیادی تعلیم اپنی شیخ ابو علی دقاق رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی۔

3- تصانیف:

التیسیر فی علم التفسیر اور لطائف الاشارات فی تفسیر القرآن، علم تفسیر میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی نمایاں کتب ہیں۔ اس کے علاوہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے 40 موضوعات پر احادیث مبارکہ جمع کی ہیں، جو معاشرتی اصلاح کے حوالے سے اپنا خاص مقام رکھتی ہیں۔

4- رسالہ قشیریہ:

تصوف میں حضرت امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف "رسالہ قشیریہ" ایک ایسا مختصر اور جامع رسالہ ہے جس میں تصوف کے تمام پہلوؤں کو زیر بحث لایا گیا ہے، جس کی ابتداء میں تصوف کے اصول بیان کیے گئے ہیں، اس کے بعد 83 صوفیاء کرام کے حالات قلم بند کیے گئے ہیں۔

5- وفات:

امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ کی وفات 1072ء عیسوی میں نیشاپور میں ہوئی آپ کو آپ کے مرشد ابو علی دقاق رحمۃ اللہ علیہ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

2- حضرت شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ

1- تعارف:

آپ رحمۃ اللہ علیہ ایران کی شہر نیشاپور میں پیدا ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا نام ابو حمید تھا، لیکن قلمی نام فرید الدین سے مشہور ہوئے۔ عطار کا لقب آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پیشے کی وجہ سے مشہور ہوا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ خوشبو اور ادویہ سازی کے ماہر تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مطب سے سینکڑوں لوگ روزانہ فیض یاب ہوتے تھے۔

2- حصول علم:

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ میں مجددین بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا نام سرفہرست ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف علوم و فنون خصوصاً علم الکلام، فلسفہ، قرآن و حدیث، فقہ، طب اور خصوصاً ادب میں مہارت حاصل کی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فارسی کے مشہور شاعر تھے۔

3- تصانیف: تذکرۃ الاولیاء، پندنامہ اور منطق الطیر آپ کی مشہور اصلاحی کتب ہیں جن کا موضوع حالات اولیاء، نصیحت اور تصوف ہے۔

4- وفات: 1221 عیسوی میں تاتاریوں کے ہنگاموں کے دوران میں 114 سال کی عمر میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت

ہوئی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مبارک نیشاپور میں واقع ہے۔

3- حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

1- تعارف:

برصغیر پاک و ہند میں سلسلہ چشتیہ کے معروف صوفی بزرگ ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اہل بیت کے چشم و چراغ ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا نام محمد نظام الدین، والد کا نام احمد بخاری، سلطان الاولیاء اور محبوب الہی مشہور القابات ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے آباؤ اجداد بخارا سے ہجرت کر کے بدایون آباد ہوئے، وہیں بدایون میں 1237ء میں آپ کی پیدائش ہوئی۔ پانچ برس کی عمر میں آپ کے والد کا وصال ہوا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد بدایون کے قاضی تھے۔

2- حصول علم:

15 برس کی عمر میں دہلی تشریف لائے۔ قرآن و حدیث اور فقہ کی تعلیم نامور علماء سے حاصل کی۔

3- بیعت:

20 سال کی عمر میں اجودھن موجودہ پاک پتن شریف میں بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے دست مبارک پر بیعت کی اور چھ پاروں کا درس حاصل کیا۔

4- دہلی تشریف آوری:

آپ اپنے شیخ کے حکم پر دہلی تشریف لائے اور خلق خدا کی خدمت کا سلسلہ شروع کیا۔ آپ کا مزار مبارک دہلی میں ہی ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے مریدین کو کثرت سے قرآن مجید کی تلاوت کی ہدایت فرماتے۔ آپ کو علوم القرآن پر خاص دسترس حاصل تھی۔

5- خدمات:

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پوری زندگی طلب علم، عبادات، ریاضت و مجاہدہ اور لوگوں کی تربیت و اصلاح میں گزار دی۔ آپ متقی، پرہیزگار صاحب سخاوت و ایثار، دلجوئی کرنے والے، عفو و درگزر سے کام لینے والے، حلیم و بردبار اور حسن سلوک کے پیکر تھے۔

6- ملفوظات:

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات سے تزکیہ نفس اور روحانی آثار واضح ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کچھ ملے تو جمع نہ کرو، نہ ملے تو فکر نہ کرو، امید رکھو کہ اللہ تعالیٰ ضرور عطا فرمائے گا۔ کسی کی برائی نہ کرو، بلا ضرورت قرض نہ لو، ظلم کے بدلے عطا کرو۔

7- مخلوق خدا کی خدمت:

ہر صوفی بزرگ کی طرح آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی خدمت کی اور برصغیر کے معاشرے کو سدھارنے میں اہم کردار ادا کیا، ہزاروں کی تعداد میں فقراء و مساکین آپ رحمۃ اللہ علیہ کے لنگر خانے سے کھانا کھاتے۔

8- تلامذہ:

آپ نے لوگوں کی رہنمائی کے لیے اخلاص اور تقویٰ سے بھرپور شخصیات تیار کیں، ان میں شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امیر حسن سنجر رحمۃ اللہ علیہ کے نام سرفہرست ہیں۔

9- تصانیف:

"راحت القلوب" آپ کی وہ تحریری کاوش ہے جس میں آپ نے اپنے شیخ کامل بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات اکٹھے کیے ہیں۔ "افضل الفوائد" آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اپنے ملفوظات ہیں جو حضرت خواجہ امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ نے جمع کیے ہیں اور "فوائد الفوائد" آپ کے وہ

ملفوظات ہیں جن کو حضرت امیر حسن سنجرى رحمۃ اللہ علیہ نے جمع کیے ہیں، یہ ملفوظات آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کا نچوڑ ہیں جن میں شریعت، عبادت، احسان، حقوق اللہ اور حقوق العباد کا تفصیلی بیان ہے۔

10- وفات: آپ رحمۃ اللہ علیہ نے 1324ء میں وفات پائی اور آپ کا مزار دہلی میں ہے۔

4- حضرت سید عبداللطیف کاظمی رحمۃ اللہ علیہ

1- تعارف:

حضرت سید عبداللطیف امام بری کاظمی رحمۃ اللہ علیہ 1026 ہجری میں ضلع چکوال کے علاقے چولی کرسال میں پیدا ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ بری امام (امام البرخشکی کے امام) کے لقب سے زیادہ مشہور ہیں۔

2- والدین کا تعارف:

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی کا اسم مبارک سید سخی محمود بادشاہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ اور والدہ ماجدہ کا نام سیدہ غلام فاطمہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی بھی اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ ولی تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد نے فقہ و حدیث اور دیگر علوم اسلامی کی تعلیم نجف اشرف عراق سے حاصل کی۔

3- تعلیم و تربیت:

حضرت امام بری سرکار رحمۃ اللہ علیہ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی سے حاصل کی۔ سید محمود بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ جو نجف اشرف سے فارغ التحصیل تھے انہوں نے اپنے بیٹے کی تعلیم و تربیت میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی تھی۔

4- تبلیغ اسلام کے لیے دورے:

حضرت سید عبداللطیف کاظمی قادری رحمۃ اللہ علیہ نے بہت سے علاقوں کا تبلیغی دورہ کیا جن میں کشمیر، بدخشاں، بخارا، مشہد، بغداد اور دمشق شامل ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے نورپور شاہاں میں قیام کے دوران میں اسلامی تعلیمات کے ذریعے سے لاتعداد ہندوؤں کے دلوں میں اسلام کی شمع روشن کی۔

5- سفر حج: آپ رحمۃ اللہ علیہ حج کی غرض سے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ گئے اور تقریباً 25 سال کی عمر میں واپس تشریف لائے۔

6- وفات: حضرت شاہ عبداللطیف رحمۃ اللہ علیہ کا وصال 1117 ہجری میں نورپور شاہاں اسلام آباد میں ہوا۔

5- حضرت مولانا عبدالرحمن جامی رحمۃ اللہ علیہ

1- تعارف:

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا نام عبدالرحمن اور لقب جامی ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد کا اسم گرامی مولانا نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ 23 شعبان 817 ہجری بمطابق 1414ء کو "ہرات" (افغانستان) میں پیدا ہوئے۔

2- پیر و مرشد: آپ رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے۔

3- نبی کریم ﷺ سے محبت:

مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ کو نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس سے بہت زیادہ عقیدت و محبت تھی۔ انہوں نے نبی کریم ﷺ کی محبت میں نعتیہ کلام بھی لکھا ہے۔ ان کی فارسی میں معروف نعت کا شعر ہے:

ترجمہ: اے باد نسیم جب تیرا شہر بلحا سے گزر ہو۔ میرے احوال (حالات) محمد ﷺ کی خدمت میں بیان کرنا۔

4۔ اخلاق و کردار:

آپ رحمۃ اللہ علیہ صحیح معنوں میں تواضع اور عجز و انکسار کی حامل انسان تھے۔ ترک ریا، نفس کشی، اور خلوص جیسی خوبیاں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے قول و فعل سے نمایاں تھیں۔ احکام شریعت کے سخت پابند تھے اور اپنے پیروکاروں کو بھی اس کی تبلیغ کرتے تھے۔ مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ مظلوموں کی مددگار تھے، اگر کسی کو محتاج پاتے تو خفیہ طور پر اس کی مدد کرتے۔

5۔ مشہور تصنیف:

قرآن مجید کو سمجھنے کے لیے جن علوم کا جاننا ضروری ہے ان میں علم النحو سر فہرست ہے۔ مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ کو علم النحو کا امام تسلیم کیا جاتا ہے۔ علم النحو میں "شرح ملا جامی" آپ رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور تصنیف ہے۔

6۔ دینی خدمات:

مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف شہروں میں مساجد، مدارس اور خانقاہیں تعمیر کیں اور ان کا انتظام چلانے کے لیے بہت سی املاک بھی وقف کیں۔

7۔ بادشاہ کو نصیحت:

آپ رحمۃ اللہ علیہ بڑے لوگوں اور بالخصوص بادشاہوں کی خوشامد اور چالپوسی سے متنفر (نفرت کرتے) تھے، بلکہ انہیں ہمیشہ نیکی پر کاربند رہنے کے لیے خط لکھا کرتے تھے، چنانچہ ایک خط میں بادشاہ وقت کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں کہ: اے بادشاہ! تو جس تاج و تخت کا دل دادہ ہے وہ ناپائیدار ہے۔ یہ زندگی فنا ہونے والی ہے۔ نہ یہ زمانہ رہے گا نہ یہ زمین، جہاں تک ہو سکے دنیا میں نیکی کر لے، کیوں کہ یہی کام آنے والی ہے۔

8۔ وفات:

مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے اس فانی دنیا میں 81 برس گزار کر 18 محرم الحرام 898 ہجری بمطابق 1492ء کو جمعہ کے دن وفات پائی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار "ہرات" افغانستان میں ہے۔

6۔ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ

1۔ تعارف:

حضرت لال شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ جن کا اصل نام سید عثمان مروندی تھا، سندھ میں مدفون ایک مشہور صوفی بزرگ ہیں۔ ان کا مزار سندھ کے علاقے سیہون شریف میں ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت 538 ہجری بمطابق 1143ء مروند یا میوند (موجودہ آذربائیجان یا افغانستان) میں ہوئی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ شجرہ نسب 13 واسطوں سے حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچتا ہے۔

2۔ والدین کا تعارف:

آپ کے والد گرامی کا نام ابراہیم کبیر الدین اور والدہ کا نام ماجدہ کبیر الدین تھا۔ آپ کے والدین زہد و تقویٰ کی بدولت مشہور تھے اور درس و تدریس سے وابستہ تھے۔ آپ کے آباؤ اجداد عراق سے ہجرت کر کے ایران سے ہوتے ہوئے افغانستان میں آباد ہوئے۔ آپ نے بھی مسلم دنیا گھوم کر سیہون شریف (سندھ) کو پسند فرمایا یہاں آباد ہوئے اور یہیں پر مدفون ہوئے۔

3۔ خاندانی اوصاف:

شیخ مروندی رحمۃ اللہ علیہ خاندانی اعتبار سے اعلیٰ نسب رکھتے تھے۔ اس لیے صالحیت و سخا کے بہت سے خصائص ان کے خاندان میں منتقل ہو

گئے تھے۔ آپ کی والدہ کے متعلق مشہور ہے کہ رات کی تاریکی میں بیٹھ کر رویا کرتی تھیں۔ آپ فرماتی تھیں: اللہ کے خوف سے رونے والا دوزخ میں نہ جائے گا۔ ان کی ذات خشیت الہی کا پیکر تھی۔ رات کا زیادہ تر حصہ عبادت میں گزارتیں۔

4۔ تعلیم و تربیت:

حضرت عثمان بن کبیر المعروف شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے سات سال کی عمر میں ہی قرآن مجید حفظ کر لیا تھا۔ قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد آپ نے بہت ہی قلیل عرصے میں مروجہ عربی و فارسی علوم میں بھی مکمل دسترس حاصل کر لی۔ بچپن میں ابتدائی منزلیں اپنے والد محترم کے سائے میں طے کیں۔ آپ کے والد گرامی کی نگرانی میں آپ کی نشوونما ہوئی اور تعلیم و تربیت کا اہتمام ہوا۔ آپ کے والد گرامی کی وجہ سے آپ کو اہل اللہ کی صحبتیں بچپن سے میسر آئی تھیں۔

5۔ سیر و سیاحت:

آپ رحمۃ اللہ علیہ کو سیر و سیاحت کا بہت شوق تھا۔ حج کے لیے مکہ گئے، مدینہ شریف حاضری دی۔ بغداد، کربلا، تبریز اور مشہد سے ہوتے ہوئے حضرت بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے۔ ان کی ہدایت پر آپ نے سندھ میں کیا فرمایا۔

6۔ ہدایت و رہنمائی:

حضرت لال شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے بندگان خدا کو سیدھی راہ دکھائی۔ ان کے اخلاق کو سنوارا، انسانوں کے دلوں میں نیکی اور سچائی کی لگن پیدا کی اور ایک دوسرے کے ساتھ محبت اور پیار سے رہنا سکھایا۔ ہزاروں لوگوں نے آپ کے ہاتھ سے ہدایت پائی اور بہت سے بھٹکے ہوئے لوگوں کا رشتہ اللہ تعالیٰ سے جوڑا۔ آپ عرصہ دراز تک سندھ میں اسلام کی تبلیغ کرتے رہے۔

7۔ وفات: آپ رحمۃ اللہ علیہ کا وصال 21 شعبان المعظم 673 ہجری میں ہوا۔ آپ کا مزار سیہون (سندھ) میں ہے۔

علماء و مفکرین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم

(امام شاطبی، امام جلال الدین سیوطی، ابن خلدون، شیخ ابن عربی، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور ابن رشد رحمۃ اللہ علیہم)

مختصر سوالات کے جوابات دیں۔

1۔ امام شاطبی رحمۃ اللہ علیہ کا مختصر تعارف بیان کریں۔

جواب: ابواسحاق، ابراہیم بن موسیٰ بن محمد الشاطبی رحمۃ اللہ علیہ مشہور محدث، فقیہ اور جامع العلوم تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا خاندان بنو نحم سے تعلق رکھتا تھا۔

2۔ امام شاطبی رحمۃ اللہ علیہ کن علوم کے ماہر تھے؟ کوئی سے دو نام لکھیں۔

جواب: امام شاطبی رحمۃ اللہ علیہ علوم شرعیہ کے ماہر عالم اور فقہ کے امام تسلیم کیے جاتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ذہنی وسعت اور قوی ادراک رکھنے والے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو فقہ میں ید طولیٰ (عبور) حاصل تھا۔

3۔ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی کوئی سی دو تصانیف کے نام تحریر کریں۔

جواب: آپ رحمۃ اللہ علیہ کی دو تصانیف کے نام یہ ہیں: 1۔ تفسیر جلالین 2۔ تفسیر درمنثور

4۔ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کن علوم کے ماہر تھے؟

جواب: علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے مجھے سات علوم یعنی تفسیر، حدیث، فقہ، نحو، معانی، بیان اور بدیع میں کمال عطا

فرمایا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے خود فرمایا کہ مجھے دوا لکھ احادیث یاد ہیں اگر مجھے اس سے زیادہ ملتی تو ان کو بھی یاد کرتا۔

5۔ علامہ ابن خلدون رحمۃ اللہ علیہ کی شہرہ آفاق کتاب کا نام کیا ہے؟

جواب: آپ رحمۃ اللہ علیہ کی شہرہ آفاق کتاب "مقدمہ ابن خلدون" ہے۔ یہ کتاب فلسفہ، تاریخ، سیاست، عمرانیات، اقتصادیات اور ادبیات کا خزانہ ہے۔

6۔ علامہ ابن خلدون رحمۃ اللہ علیہ کی علمی خدمات تحریر کریں۔

جواب: علامہ ابن خلدون رحمۃ اللہ علیہ کی علمی خدمات کو تین مختلف پہلوؤں پر جانچا جاتا ہے۔ اول مؤرخ و تاریخ نویس کی حیثیت سے، دوم: فلسفہ و تاریخ کے بانی کی حیثیت سے اور سوم عمرانیات کے امام اور ماہر کی حیثیت سے۔

7۔ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کا مکمل نام تحریر کریں۔

جواب: ابن عربی کا نام محمد بن علی اور لقب محی الدین ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو "شیخ اکبر" بھی کہا جاتا ہے۔

8۔ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے کن موضوعات پر کتب تصنیف کیں؟

جواب: ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف اپنے زمانے کے مروجہ علوم اسلامی کا احاطہ کرتی ہیں اور زیادہ تر تصوف کے موضوع پر ہیں، نیز آپ نے حدیث، تفسیر، سیرت اور ادب کے موضوع پر بھی کتابیں لکھیں۔

9۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا مختصر تعارف بیان کریں۔

جواب: شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ 1159 ہجری کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا تاریخی نام غلام حلیم ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ نسب 34 واسطوں سے حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ "سراج الہند" کے لقب سے مشہور ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے بیٹے ہیں۔

10۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کن علوم کے فروغ کے لیے کارہائے نمایاں سرانجام دیے؟

جواب: آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پر فتن دور میں قرآن و حدیث کے علوم کے فروغ کے لیے کارہائے نمایاں سرانجام دیے ان کی وجہ سے وہ ہمیشہ یاد کیے جائیں گے۔

11۔ ابن رشد رحمۃ اللہ علیہ کا مختصر تعارف لکھیں۔

جواب: اسلامی فلسفہ کی دنیا میں ابن رشد کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ محمد بن احمد بن رشد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ 14 اپریل 1126 عیسوی میں قرطبہ (اندلس) کے ایک باعزت گھرانے میں پیدا ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فقہ، طب اور فلسفہ میں اپنے زمانے کے علماء سے سند فراغت حاصل کرنے کے بعد حکمت میں کمال حاصل کیا۔

12۔ ابن رشد رحمۃ اللہ علیہ کی ایک کتاب کا نام لکھیں۔

جواب: آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بہت سی تصانیف ہیں جن میں "بداية المجتهد" خاص طور پر قابل ذکر ہے۔

(حصہ معروضی)

- | | | | |
|-----------------|-----------------|----------------|--|
| 1۔ الموائقات | 2۔ 790 ہجری | 3۔ تیونس | 4۔ مقدمہ ابن خلدون |
| 5۔ 500 سے زائد | 6۔ محی الدین کا | 7۔ فتوحات مکیہ | 8۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے |
| 9۔ علم حدیث میں | 10۔ ارسطو سے | | |

تفصیلی سوال کا جواب دیں۔

درج ذیل شخصیات پر نوٹ لکھیں۔

(امام شاطبی، امام جلال الدین سیوطی، ابن خلدون، شیخ ابن عربی، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور ابن رشد رحمۃ اللہ علیہم)

1- امام شاطبی رحمۃ اللہ علیہ

1- تعارف:

ابو اسحاق، ابراہیم بن محمد موسیٰ بن محمد الشاطبی رحمۃ اللہ علیہ مشہور محدث، فقیہ اور جامع العلوم تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا خاندان بنو نخم سے تعلق رکھتا تھا۔ 538 ہجری کو اندلس کے قصبہ شاطبی میں پیدا ہوئے۔

2- تصانیف:

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف میں "الاختصاص" اور "الموافقات" بہت زیادہ شہرت کی حامل کتاب ہے۔ علم فقہ میں "الموافقات" بہت زیادہ اہمیت کی حامل کتاب ہے۔

3- حصول علم:

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن پاک کی قرات کی تعلیم شاطبیہ میں حاصل کی۔ قرآن مجید حفظ کیا اور حدیث و فقہ کی ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ شاطبیہ کی مساجد میں منعقد ہونے والے علم کے حلقوں میں شریک ہوتے۔ علم قراءت کا علم آپ نے ابو عبد اللہ محمد بن ابو العاص سے حاصل کیا۔ مزید تعلیم کے لیے قرطبی شہر بلنسیہ تشریف لے گئے۔

4- درس و تدریس:

آپ رحمۃ اللہ علیہ 590 ہجری بیت المقدس تشریف لے گئے۔ قبلہ اول کی زیارت کے بعد امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ دوبارہ مدرسہ فاضلیہ قاہرہ میں لوٹ آئے اور تعلیم و تدریس کے فرائض انجام دینے لگے۔

5- علم و فضل:

امام شاطبی رحمۃ اللہ علیہ علوم شرعیہ کے ماہر عالم اور فقہ کے امام تسلیم کیے جاتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ذہنی وسعت اور قوی ادراک رکھنے والے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو فقہ میں ید طولیٰ حاصل تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اعلیٰ پائے کے ادیب کے طور پر بھی اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوایا۔

6- زہد و تقویٰ:

امام شاطبی رحمۃ اللہ علیہ صالح انسان، قول کے سچے اور بلند کردار کے حامل تھے، آپ رحمۃ اللہ علیہ متقی، صابر، پاک باز اور معزز شخصیت کے حامل تھے۔

7- وفات:

امام شاطبی رحمۃ اللہ علیہ 790ھ کو قاہرہ میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ آپ کی نماز جنازہ مشہور عالم علامہ عراقی نے پڑھائی۔

2- امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

1- تعارف:

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا اصل نام عبدالرحمن، کنیت ابو الفضل اور لقب جلال الدین تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ایک شہرہ آفاق مفسر، محدث، فقیہ اور مورخ تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش مصر کے قدیم قصبہ اسیوط میں 849 ہجری میں ہوئی۔ اسی نسبت سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو سیوطی کہا جاتا ہے۔

2- حصول علم:

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے آٹھ سال کی عمر میں شیخ کمال الدین ابن الہمام حنفی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہ کر قرآن مجید حفظ کیا۔ اس کے بعد شمس فرومانی حنفی رحمۃ اللہ علیہ کی شاگردی میں رہے اور ان دونوں حضرات سے متعدد کتب پڑھیں۔

3- تصانیف:

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی کتب کی تعداد 500 سے زائد ہے۔ تفسیر جلالین اور تفسیر درمنثور کے علاوہ قرآنیات پر آپ کی کتاب الاتقان فی علوم القرآن علماء میں کافی مقبول ہے۔ تاریخ اسلام پر "تاریخ الخلفاء" امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور تصنیف ہے۔

4- علم و فضل:

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے مجھے سات علوم یعنی تفسیر، حدیث، فقہ، نحو، معانی، بیان اور بدیع میں کمال عطا فرمایا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے خود فرمایا کہ مجھے دوا لکھ احادیث یاد ہیں اور اگر مجھے اس سے زیادہ ملتیں تو ان کو بھی یاد کرتا۔

5- بطور محدث و مؤرخ:

آپ رحمۃ اللہ علیہ محدث ہونے کے ساتھ ساتھ ایک بہترین مورخ بھی تھے۔ خلفائے ملت اسلامیہ پر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف تاریخ الخلفاء ہے جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت سے لے کر بغداد کے آخری خلیفہ کے عہد خلافت تک سن وار لکھی گئی ہے۔

6- نمایاں اوصاف:

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کو دنیاوی مال و دولت سے محبت نہ تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ حلیم الطبع، فہم و فراست کے حامل اور علم و ادب سے محبت کرنے والی شخصیت تھے۔

7- وفات:

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے 911 ہجری میں وفات پائی۔

3- ابن خلدون رحمۃ اللہ علیہ

1- تعارف:

علامہ ابن خلدون رحمۃ اللہ علیہ عالم اسلام کے مشہور و معروف مؤرخ، فقیہ، فلسفی اور سیاست دان تھے۔ ان کا مکمل نام ابو زید عبدالرحمن بن محمد بن محمد بن خلدون تھا۔ وہ تیونس میں پیدا ہوئے اور تعلیم سے فراغت کے بعد تیونس کے سلطان ابو عنان کے وزیر مقرر ہوئے، تاہم درباری سازشوں سے تنگ آکر حاکم غرناطہ کے پاس چلے گئے۔ یہ سرزمین بھی راس نہ آئی تو مصر آگئے اور جامعۃ الازہر میں درس و تدریس پر مامور ہوئے۔

2- حصول علم:

ابن خلدون رحمۃ اللہ علیہ نے بچپن ہی میں قرآن مجید حفظ کر لیا اور مجوزہ تعلیمی نصاب پر دسترس حاصل کر لی۔ نصاب میں قرآن مجید، حدیث نبوی، علم کلام، نحو، ریاضی، فلسفہ اور منطق وغیرہ شامل تھے۔

3۔ علمی خدمات:

ابن خلدون رحمۃ اللہ علیہ کی علمی خدمات کو تین مختلف پہلوؤں پر جانچا جاتا ہے۔ اول: مؤر و تاریخ نویس کی حیثیت سے، دوم: فلسفہ و تاریخ کے بانی کی حیثیت سے اور سوم: عمرانیات کے امام اور ماہر کی حیثیت سے۔

4۔ تصانیف:

ابن خلدون رحمۃ اللہ علیہ کو تاریخ اور فلسفہ تاریخ اور عمرانیات (سوشیالوجی) کا ماہر تسلیم کیا جاتا ہے۔ ان کے شہر آفاق کتاب "مقدمہ ابن خلدون" ہے۔ یہ کتاب فلسفہ، تاریخ، سیاست، عمرانیات، اقتصادیات اور ادبیات کا خزانہ ہے۔

5۔ وفات:

علامہ ابن خلدون رحمۃ اللہ علیہ نے تیونس، اندلس اور مصر میں عمر گزاری۔ 74 برس کی عمر میں 808ھ میں قاہرہ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا۔

4۔ شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ

1۔ تعارف:

شیخ ابو بکر محی الدین، محمد بن علی المعروف شیخ اکبر اور ابن عربی، 560 ہجری کو مرسیہ (اندلس) میں پیدا ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا تعلق حاتم طائی کے قبیلہ "طے" سے تھا۔

2۔ تعلیم و تربیت:

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ 580 ہجری میں اشبیلیہ چلے آئے جو علم و معرفت کا مرکز تھا جہاں انہوں نے 30 سال تک تعلیم حاصل کی۔ اشبیلیہ ہی میں ان کی اپنی اپنے شیخ (ابوالنجا المعروف ابن مدین) سے ملاقات ہوئی جن سے انہوں نے تصوف کی تعلیم حاصل کی۔

3۔ درس و تدریس:

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ 38 سال کی عمر میں بلاد مشرق یعنی مشرقی ممالک کی طرف روانہ ہوئے کچھ عرصہ مصر میں قیام کیا، پھر بیت المقدس، مکہ معظمہ، بغداد اور حلب گئے اور آخر میں دمشق پہنچے، جہاں آپ نے مستقل سکونت اختیار کر لی۔ آپ دمشق میں درس و تدریس اور وعظ و نصیحت فرماتے رہے۔

4۔ تصانیف:

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تصانیف کی تعداد 800 سے زائد بیان کی جاتی ہے جن میں سو (100) کے لگ بھگ ہی محفوظ رہ سکیں، آپ کی کتاب "فتوحات مکیہ اور فصوص الحکم" نے بہت شہرت پائی۔

5۔ تصانیف کے موضوعات:

شیخ اکبر کی تصانیف اپنے زمانے کے مروجہ علوم اسلامی کا احاطہ کرتی ہیں وہ زیادہ تر تصوف کے موضوع پر ہیں۔ اس کے علاوہ آپ نے حدیث، تفسیر سیرت، ادب اور شاعری کے موضوعات پر بھی کتابیں لکھیں۔

6۔ وفات:

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے 638 ہجری میں وفات پائی اور جبل قاسیون میں دفن کیے گئے۔

5- شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

1- تعارف:

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ 25 رمضان المبارک 1159 ہجری کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا تاریخی نام غلام حلیم ہے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا سلسلہ نسب 34 واسطوں سے حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سراج الہند کے لقب سے مشہور ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بڑے بیٹے ہیں۔

2- درس و تدریس:

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جب 17 سال کے ہوئے تو آپ کے والد بزرگوار حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی وفات ہو گئی۔ آپ نے اپنی عمر کے ابتدائی حصے ہی میں کثرت امراض (کئی بیماریوں) کے باوجود درس و تدریس کا عمل جاری رکھا اور اپنے والد کے جانشین مقرر ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو فلسفہ و منطق کے ساتھ ساتھ علوم حدیث و تفسیر میں بھی کمال حاصل تھا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عظیم شخصیت اپنے دور کے محدثین و مشائخ کا مرجع و ماخذ ہے جن کے شاگرد پوری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔

3- مقام و مرتبہ:

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو علم کی وسعت کے ساتھ حاضر دماغی میں بھی کمال حاصل تھا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پر فتن دور میں قرآن و حدیث کے علوم کے فروغ کے لیے جو کارہائے نمایاں سرانجام دیے ان کی وجہ سے وہ ہمیشہ یاد کیے جائیں گے۔

4- تصانیف:

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مختلف موضوعات پر بہت سی کتابیں لکھیں جن میں سے مشہور، تفسیر فتح العزیز، ملفوظات عزیزی، فتاویٰ عزیزی، تحفہ اثنا عشریہ، عماد الاسلام وغیرہ شامل ہیں۔

5- وفات:

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے 80 برس کی عمر میں 7 شوال 1239 ہجری کو وفات پائی۔

6- ابن رشد رحمۃ اللہ علیہ

1- تعارف:

اسلامی فلسفہ کی دنیا میں ابن رشد کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ محمد بن احمد بن رشد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ 14 اپریل 1126ء میں قرطبہ (اندلس) کے ایک باعزت گھرانے میں پیدا ہوئے۔

2- علوم و فنون:

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فقہ، طب اور فلسفہ میں اپنے زمانے کے علماء سے سند فراغت حاصل کرنے کے بعد حکمت میں کمال حاصل کیا۔

3- تصانیف:

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بہت سی تصانیف ہیں جن میں "بداية المجتهد" خاص طور پر قابل ذکر ہے، جس میں آپ نے فقہی مذاہب کے علاوہ اپنی مستقل آراء (رائے کی جمع) کا اظہار کیا ہے اور آئمہ فقہ کی آراء و دلائل کا تقابلی جائزہ لیا ہے۔ جس سے ان کی اجتہادی صلاحیت ظاہر ہوتی ہے۔

4- عہدہ قضاء:

548 ہجری میں ابن طفیل نے ابویعقوب یوسف بن عبدالرحمن سے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ملاقات کروائی۔ جو فلسفے کے دل دادہ (چاہنے والے) تھے۔ ابن رشد نے ان کے لیے ارسطو کی کتابوں کو مختصر کیا۔ امیر مراکش نے انہیں اپنا طبیب بنانے کے لیے مراکش آنے کی دعوت دی جلد ہی وہ قرطبہ کا قاضی بن کر واپس آ گئے۔

5- فلسفیانہ خیالات:

ابن رشد، ارسطو کے بڑے مداح (چاہنے والے) تھے۔ ان کا یہ خیال تھا کہ ارسطو علم کی انتہائی بلندیوں پر پہنچا ہوا تھا، انہوں نے اپنے آپ کو ارسطو کی کتابوں کی تلخیص اور تشریح کے لیے وقف کر رکھا تھا۔ جو کچھ ابن رشد نے لکھا یورپ والوں نے اس کا ترجمہ کیا اور اسے سیکھنا شروع کر دیا حتیٰ کہ یہی ان کی حکمت کی بنیاد اور فلسفیانہ سرگرمیوں کے لیے معیار بن گیا۔

6- وفات:

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تقریباً 72 سال کی عمر میں 1198ء میں مراکش میں وفات پائی۔

اسلامی تعلیمات اور عصر حاضر کے تقاضے**باب ہفتم:****1- خود اعتمادی و خود انحصاری**

مختصر سوالات کے جوابات دیں۔

1- خود اعتمادی و خود انحصاری کا مفہوم تحریر کریں۔

جواب: خود اعتمادی اور خود انحصاری کا لفظی معنی اپنے آپ پر اعتماد اور انحصار کرنا ہے۔ اصطلاحی طور پر اپنی صلاحیتوں کو پہچاننا، ان کا ادراک کرنا اور اپنی قوت و طاقت پر بھروسہ کرنا خود انحصاری کہلاتا ہے۔

2- سیرت طیبہ سے خود انحصاری کی تعلیم پر مبنی کوئی ایک واقعہ تحریر کریں۔

جواب: نبی کریم ﷺ نے ہمیں خود اعتمادی اور خود انحصاری کا درس دیا ہے۔ آپ ﷺ نے مشکل سے مشکل حالات میں بھی ہمت نہیں ہاری اور تمام مشکلات کا بہادری سے مقابلہ کیا۔ غزوہ بدر ہو یا غزوہ احد، خندق ہو یا حنین، تمام غزوات میں نبی کریم ﷺ نے عزم و ہمت اور استقلال کے ساتھ میدان جنگ میں ڈٹ کر دشمنوں کا مقابلہ کیا۔ جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو فتح و کامرانی عطا فرمائی۔

3- خود اعتمادی کے حوالے سے اللہ تعالیٰ نے کیا نصیحت فرمائی؟

جواب: خود اعتمادی کے حوالے سے اللہ تعالیٰ نے نصیحت فرمائی ہے کہ: ترجمہ: جب آپ کسی بات کا عزم کر لیں تو اللہ پر توکل کیجئے۔

(حصہ معروضی)

- 1- اعتماد 2- اللہ تعالیٰ پر توکل کی 3- توکل 4- خود اعتمادی کے سبب 5- خود اعتمادی

2- جسمانی و ذہنی صحت اور جسمانی ریاضت

مختصر سوالات کے جوابات دیں۔

1- "جسمانی ریاضت صحت مند معاشرے کی بنیاد ہے" وضاحت کریں۔

جواب: جسمانی ریاضت ہی صحت مند معاشرے کی بنیاد ہے۔ ورزش اور جسمانی صحت انسانی جسم کو متوازن کرنے کے ساتھ ساتھ انسانی پٹھوں کی نشوونما میں بھی مدد کرتی ہے۔ جس کے نتیجے میں انسانی جسم میں خون کی پیداوار بڑھتی ہے، اسی طرح ورزش جسم میں آکسیجن کی سطح اور خون کے بہاؤ کو بہتر بنانے میں مدد کرتی ہے۔ ورزش انسانی صحت کی ذہنی و جسمانی نشوونما کے لیے بہت مفید اور صحت مند معاشرے کی بنیاد ہے۔

2- جسمانی ریاضت و ذہنی صحت اور کھیل کا باہمی تعلق تحریر کریں۔

جواب: کھیل کا انسان کی جسمانی و ذہنی صحت کے ساتھ براہ راست تعلق ہے، کیونکہ کھیل کے میدان میں ہر وقت مستعد (چوکنا) رہنا پڑتا ہے اور ذہن کو ہر وقت استعمال کرنا ہوتا ہے۔ اس طرح کھیل سے انسانی جسم صحت مند ہو جاتا ہے تو اس کے اثرات انسانی دماغ پر بھی مرتب ہوتے ہیں، کیونکہ صحت مند جسم ہی صحت مند دماغ کی ضمانت ہے۔

3- جسمانی ریاضت کے ذہنی و جسمانی اثرات تحریر کریں۔

جواب: جسمانی ریاضت اور ورزش انسان کے ذہن و جسم پر بہت اچھے اثرات مرتب کرتی ہے۔ ورزش سے انسانی جسم میں بیماریوں کا خطرہ کم ہو جاتا ہے۔ ورزش انسانی جسم میں بیماری کے خلاف قوت مدافعت میں اضافہ کرتی ہے۔ ورزش کرنے سے ذہن و دماغ پر نہایت اچھے اثرات مرتب ہوتے ہیں اور اس کی وجہ سے انسان کے جسم کے پٹھے اور ہڈیاں مضبوط ہوتی ہیں۔

4- جسمانی ریاضت کے کوئی سے چار اصول بیان کریں۔

جواب: جسمانی ریاضت کے چار اصول درج ذیل ہیں:

2- وقت ضائع نہ ہو۔

1- کھیل تعلیمی نقصان کا باعث نہ بنیں۔

4- جانوروں کی لڑائی شامل نہ ہو۔

3- جوا، بد نظری، غیر شرعی امور کی تشہیر یا کسی مخلوق پر ظلم کا عنصر شامل نہ ہو۔

5- ہمیں اپنی جسمانی و ذہنی صحت کو بہتر بنانے کے لیے کیا کرنا چاہیے؟

جواب: ہمیں چاہیے کہ ہم ورزش اور کھیلوں کو اپنی زندگی کا حصہ بنائیں۔ کھیلوں میں حصہ لینے سے ہماری زندگی میں برداشت، پابندی وقت اور نظم و ضبط پیدا ہو گا اور اس کے ہماری زندگی پر نہایت خوشگوار اثرات مرتب ہوں گے۔

(حصہ معروضی)

5- نیزہ بازی و گھڑ سواری

4- صحت اور فراغت

3- پٹھے

2- طاقت ور

1- جسمانی ریاضت کی

3- اسلام میں مستقبل کی منصوبہ بندی کی اہمیت

مختصر سوالات کے جوابات دیں۔

1- مستقبل کی منصوبہ بندی کا معنی و مفہوم تحریر کریں۔

جواب: مستقبل کا معنی ہے، آنے والا وقت۔ مستقبل کی منصوبہ بندی سے مراد یہ ہے کہ انسان آنے والے وقت کے لیے تیاری کرے۔ اپنے پاس موجود وسائل کو اچھے طریقے سے استعمال کرے اور اپنی طاقت کے بقدر مزید وسائل و اسباب اختیار کرنے کی کوشش کرے۔

2- قرآن و سنت کی روشنی میں مستقبل کی منصوبہ بندی کی اہمیت بیان کریں۔

جواب: قرآن و سنت میں ہمیں موت کے بعد آنے والی زندگی کے لیے تیاری کرنے کے حکم کے ساتھ ساتھ یہ تعلیم بھی دی گئی ہے کہ ہم دنیا کی زندگی میں بھی آنے والے دنوں کے لیے تیاری کریں۔ مستقبل کی ضرورت کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم اپنے پاس موجود وسائل اور نعمتوں کو ضائع نہ کریں۔ مستقبل میں کسی بھی قسم کی تکلیف اور پریشانی سے بچنے کے لیے ابھی اس کوشش کرنا اور وسائل اکٹھے کرنا توکل کے خلاف نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس بات کو حکم دیا ہے کہ مسلمان اپنے دشمنوں کا مقابلہ کرنے کے لیے وسائل و اسباب جمع رکھیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ترجمہ: "اور مسلمانوں تم ان کفار سے لڑنے کے لیے تیاری رکھو جتنی قوت تم سے ممکن ہو۔"

3- مستقبل کی منصوبہ بندی کے اسباب کی مختلف صورتوں اور شرعی حدود و قیود کی وضاحت کریں۔

جواب: مستقبل کے لیے منصوبہ بندی اور سوچ بچار کرنا نبی کریم ﷺ کی سنت مبارک ہے۔ آپ ﷺ نے نعمتوں کو ضائع ہونے سے بچانے کا حکم دیا تاکہ مستقبل میں انہیں استعمال کیا جاسکے۔ آپ ﷺ نے پانی کو ضائع کرنے سے منع فرمایا اور زیادہ سے زیادہ درخت لگانے کا حکم دیا، تاکہ آنے والے وقت میں ان نعمتوں سے بھرپور فائدہ اٹھایا جاسکے۔

مستقبل کے کسی بھی کام کی منصوبہ بندی کرتے ہوئے ہمیں شریعت کی متعین کردہ حدود کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔ کوئی ایسا منصوبہ بندی یا تدبیر نہیں کرنی چاہیے جو اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف ہو۔ اپنی راتوں اور منصوبوں میں سودی لین دین، رشوت، جھوٹ، دھوکے بازی، حق تلفی اور مادیت پرستی کو شامل نہیں کرنا چاہیے۔

4- مستقبل کی منصوبہ بندی کے کوئی سے چار اثرات تحریر کریں۔

جواب: مستقبل کی منصوبہ بندی کے چار اثرات درج ذیل ہیں:

- 1- بہت سے وسائل ضائع ہونے سے بچ جاتے ہیں۔
- 2- دوسروں کے آگے ہاتھ نہیں پھیلا نا پڑتا۔
- 3- وسائل میں اضافہ ہوتا ہے اور پورا معاشرہ ترقی کرتا ہے۔
- 4- معاشرہ انتشار اور افراط تفری سے بچ جاتا ہے۔

5- مستقبل کی منصوبہ بندی کے حوالے سے اسوہ حسنہ سے ایک مثال تحریر کریں۔

جواب: نبی کریم ﷺ کی مستقبل کی منصوبہ بندی کی ایک روشن مثال صلح حدیبیہ کا واقعہ ہے۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر آپ ﷺ نے مشرکین مکہ کے ساتھ صلح کا ایک معاہدہ فرمایا جس کی شرائط کا جھکاؤ بظاہر مشرکین کی طرف تھا۔ لیکن اس موقع پر حضور اقدس ﷺ آنے والے وقت کی منصوبہ بندی فرما رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی تدبیر میں ایسی برکت عطا فرمائی کہ صلح کا یہ معاہدہ فتح مکہ کا پیش خیمہ ثابت ہوا اور کچھ ہی عرصے بعد مشرکین مکہ کی قوت پارہ پارہ ہو گئی۔

6- مستقبل کی منصوبہ بندی کے دو فوائد تحریر کیجیے۔

جواب: مستقبل کی منصوبہ بندی کے دو فوائد درج ذیل ہیں:

- 1- بہت سے وسائل ضائع ہونے سے بچ جاتے ہیں۔
- 2- وسائل میں اضافہ ہوتا ہے اور پورا معاشرہ ترقی کرتا ہے۔

(حصہ معروضی)

- 1- مستقبل کے لیے
- 2- قحط سے
- 3- خندق کی کھدائی
- 4- صلح حدیبیہ
- 5- توکل

4- اسلامی تہذیب کے امتیازات

مختصر سوالات کے جوابات دیں۔

1- تہذیب کا معنی و مفہوم تحریر کریں۔

جواب: تہذیب کا لفظی معنی: "آراستگی، صفائی اور اصلاح"۔ تربیت یافتہ اور تعلیم یافتہ شخص کو تہذیب یافتہ اور مہذب کہا جاتا ہے۔ کسی قوم کی تہذیب سے مراد اس کے نظریات، رہن سہن، طرز عمل اور عمومی رویہ ہے۔

2- اسلامی تہذیب سے کیا مراد ہے؟

جواب: اسلامی تہذیب سے مراد اسلام کا سکھایا ہوا طریقہ حیات ہے۔ اسلامی تہذیب کی بنیاد قرآن مجید اور سنت نبی کریم ﷺ پر ہے۔ نبی کریم ﷺ کی سیرت سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان معاشرہ اپنی ایک خاص پہچان اور اپنا خاص تشخص رکھتا ہے۔

3- اسلامی تہذیب میں احترام رسالت مآب ﷺ کا کیا مقام ہے؟

جواب: اسلامی تہذیب کا نمایاں ترین وصف یہ ہے اس میں حضور نبی اکرم ﷺ کو مرکز و محور کی حیثیت حاصل ہے۔ امت مسلمہ کی شناخت نسبت رسالت مآب ﷺ سے ہی وابستہ ہے۔

4- اسلامی تہذیب کی کوئی سی تین بنیادی خصوصیات تحریر کریں۔

جواب: اسلامی تہذیب کی تین بنیادی خصوصیات درج ذیل ہیں:

1- اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر کامل یقین اسلامی تہذیب کی اساس (بنیاد) ہے۔

2- اسلامی تہذیب کا نمایاں ترین وصف یہ ہے کہ اس میں حضور نبی کریم ﷺ کو مرکز و محور کی حیثیت حاصل ہے۔

3- اسلامی تہذیب کی اہم خصوصیت آخرت پر کامل یقین اور جواب دہی کا عقیدہ رکھنا ہے۔

5- اسلامی تہذیب میں علم کی اہمیت بیان کریں۔

جواب: تعلیم اسلامی تہذیب کا لازمی حصہ ہے۔ اسلامی تہذیب کی بنیاد تعلیم و تعلم کے فروغ پر رکھی گئی تھی۔ نبی کریم ﷺ پر سب سے پہلے جو وحی نازل ہوئی، اس کا آغاز لفظ "اقراء" سے ہوا تھا جس کا معنی ہے پڑھ۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: آپ ﷺ اپنے رب کے نام سے پڑھیے جس نے (سب کو) پیدا فرمایا۔

(حصہ معروضی)

1- تہذیب 2- تمام قوموں نے 3- اسلامی تہذیب کی 4- تمام انسان 5- پڑھنے کا

اختتام

دعا ہے "اللہ رب العزت ہماری اس کاوش کو قبول فرمائے، ہمیں علم نافع، عمل صالح

اور حسن خاتمہ نصیب فرمائے۔ اور تمام اساتذہ و طلباء اور دیگر پڑھنے

والوں کے لیے نفع بخش بنائے" آمین۔